نالۂ زار
شاعرانہ کلام
مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

نام کتاب: افادات حلیم

افادات: متکلم عصر صدر المدرسین علامہ عبدالحلیم صاحب قدس سرہ

مرتب: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اشاعت بار سوم: اکتوبر ۲۰۰۳

ضخامت: ۱۲۸ صفحات

تعداد: ایک ہزار

قیمت: ۶۰/- روپے

(ملنے کے پتے)

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، تحصیل و ضلع نوشہرہ
یونیورسٹی بک ایجنسی۔ خیبر بازار پشاور۔
کتب خانہ رشیدیہ۔ مکتبہ حقانیہ محلی جنگی قصہ خوانی پشاور
القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ
مکتبہ علمیہ، مکتبہ طالبان، مکتبہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ
مکتبہ سید احمد شہید ۔۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
درخواستی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار روالپنڈی
مکتبہ رشیدہ کانسی روڈ کوئٹہ

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؔ کی دیگر تصنیفات و تالیفات

اور شاعرانہ مجموعہائے کلام

نام کتاب	کیفیت	قیمت
دروس الکافیہ	شرح حصہ معرب کافیہ پشتو	۱۲۰/- روپے
العیون الصافیہ	شرح حصہ مبنی کافیہ پشتو	۸۰/- روپے
حیات صدر المدرسین	علامہ عبدالحلیم صدر المدرسین کی سوانح اردو	۱۷۵/- روپے
افادات حلیم	(علامہ عبدالحلیم صاحبؒ کے چند واقعات	۵۵/- روپے
حیات شیخ القرآن	(مولانا عبدالہادی شاہمنصوری کی سوانح)	۱۲۰/-روپے
کاروان آخرت	(مولانا سمیع الحق صاحب کے ادارتی شذرے)	۱۵۰/-روپے
نالہء زار	(اردو شاعری کا مجموعہ)	۱۰۰/-روپے
داغہائے فراق	(مختلف شخصیات پر اردو عربی فارسی مرثیے)	۶۰/- روپے
ازغی دتمنا	(پشتو غزلیات کا مجموعہ)	۱۰۰/-روپے
ویرژن تصورات	(پشتو شاعری کا مجموعہ)	۱۴۰/-روپے
بے شان غم	(علامہ عبدالحلیم کی وفات پر پشتو مرثیے)	۱۵/- روپے

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک صوبہ سرحد

پشتو زبان و ادب سے شغف اور پشتون معاشرے میں آنکھ کھولنے
اور اس میں سانس لینے کے باوجود ابراہیم فانی کی اردو زبان
و ادب سے اتنی دلچسپی قابل تحسین ہے۔
آپ ان کے موتیوں جیسے سچے اور کھرے جذبات و احساسات
کو دیکھے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات
کس طرح دل میں اتر جاتی ہے۔ شوق اگر سچا ہو اور جذبہ نیک ہو
تو انسان کسی نہ کسی صورت منزل تک رسائی حاصل کر ہی لیتا ہے۔
فانی صاحب کے جذبوں کی پاکیزگی اور احساسات کی نفاست
یقیناً انہیں اس سفر شوق میں رواں دواں رکھے گی اور
وہ ایک نہ ایک دن منزل تک پہنچ جائیں گے۔
میری بہت سی دعائیں اور نیک تمنائیں
ان کے ساتھ ہیں۔

پروفیسر محسن احسان

انتساب
صدا آشناؤں کے نام
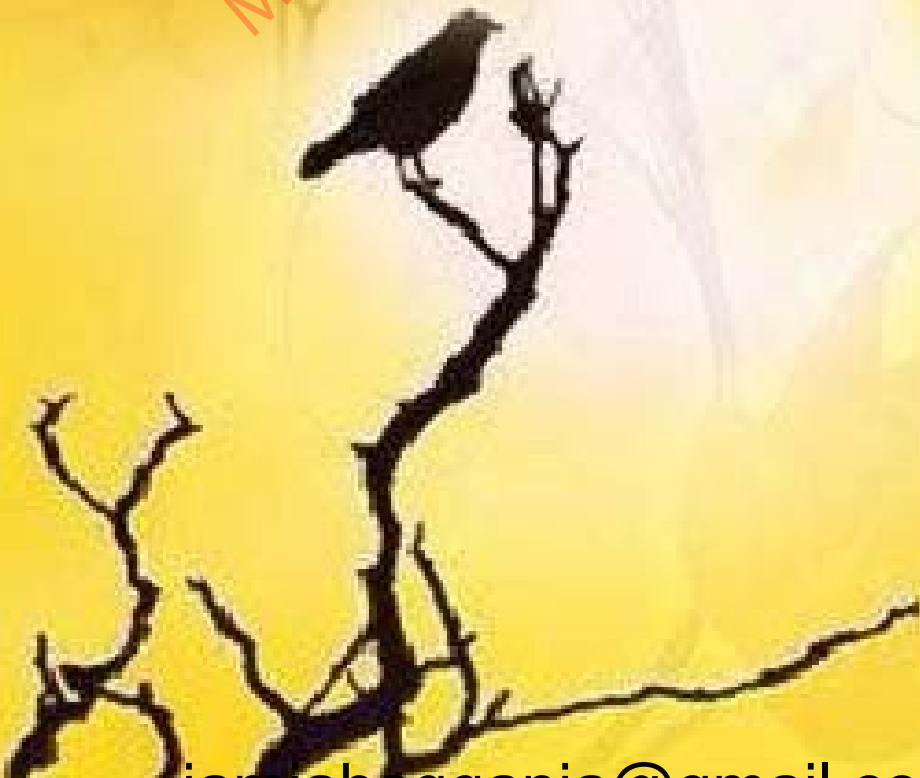
نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے
بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

(غالبؔ)

فہرست مضامین

☆☆☆

من اے میرامم داد ازتو خواہم

مرا یاراں غزلخوانے شمردند

(اقبالؒ)

اے متاعِ درد در بازار جاں انداختہ

گوہر ہر سود در جیب زیاں انداختہ

(عرفی)

در بہاراں گل شدی در صحن گلزار آمدی
بعد ازاں بلبل شدی با نالہء زار آمدی

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ

طبع ثانی۔۔۔۔۔۔باعث تاخیر

میری اردو شاعری کا مجموعہ نالۂ زار جب پہلی بار 1994ء میں شائع ہوا اور صحیفہ وجود پر آیا تو اپنی کم مائیگی اور شعر و شاعری کی طرف بے توجہی کو دیکھتے ہوئے اس کے انتہائی محدود نسخے طبع کرائے، مگر احباب کی جانب سے اس کو خوب پزیرائی نصیب ہوئی اور بہت ہی کم وقت میں وہ نسخے نکل گئے جب اس کی دوبارہ طباعت و اشاعت کا مرحلہ آیا تو لاہور کے ایک میواتی کرم فرما سے رابطہ کیا۔ انہوں نے کہا میں اس کی کمپوزنگ کراؤں گا اور بہت جلد یہ کتاب شائع ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے یہ کام ان کے حوالے اور سپرد کیا تا آنکہ اس کی کمپوزنگ بھی ہوئی اور میں نے اس کی پروف ریڈنگ بھی کی، لیکن اس دوران بھی کافی عرصہ بیت چکا۔ بعدازاں وہ صاحب غائب ہوگئے، کئی بار ان کے ساتھ بذریعہ خط رابطہ کی کوشش کی مگر بے سود۔ اس کے بعد کسی نے بتایا کہ خود تشریف لانے والے ہیں، خوشی ہوئی کہ اچھا بالمشافہ بات اور ملاقات ہوگی، لیکن یہاں بھی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان کو آنا تھا نہ آئے منتظر آنکھیں رہیں

رائیگاں جلتے رہے ہم بیقراروں کے چراغ

تقریبا تین سال انتظار کے بعد جب ان کی طرف سے مایوسی ہوئی تو ازسرنو اس مجموعہ کی اشاعت کی طرف توجہ دی اور اب ایک طویل صبر آزما انتظار کے بعد یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس حدیث ناگوار کا تذکرہ اس لیے ضروری سمجھا، کیونکہ بہت سے دوستوں کا مدت سے تقاضا تھا کہ اسکی دوبارہ طباعت لازمی ہے۔ ان دوستوں کو انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی۔ اسی

باعث انکے سامنے وجہ تاخیر کے ذکر کے ساتھ ساتھ معذرت بھی اخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں۔

ع ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

یہ مجموعہ طباعت کے بعد جب میں نے اپنے استاد محترم امام المجاہدین شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدنی، شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو پیش کیا جو کہ شعر و سخن کا انتہائی عمدہ اور نفیس ذوق رکھتے ہیں اور بلا مبالغہ اردو عربی فارسی اور پشتو کے ہزاروں اشعار آپ کو ازبر ہیں۔ تو آپ نے اس پر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور فی البدیہہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کے یہ اشعار سنائے۔

بلبلے برگ گلے خوش رنگ درمنقار داشت

وندراں برگ ونوا خوش نالہ ہائے زار داشت

گفتم اندر عین وصل این نالہ وفریاد چیست

گفت مارا جلوۂ معشوق در ایں کار داشت

زیر نظر اس دوسری اشاعت میں بندہ نے صرف ان اشعار کا اضافہ کیا ہے، جو کہ نالۂ زار کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور علاوہ ازیں حضرت غالبؔ کا یہ شعر اپنے نہیں

نالۂ دل نے دئے اوراقِ لختِ دل بباد

یادگارِ نالہ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا۔

(غالبؔ)

محمد ابراہیم فانیؔ
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۲ جون ۲۰۰۳ء

حرفِ چند

از

جناب پروفیسر محمد افضل رضاؔ صاحب

میرے عالم فاضل شاعر اور ادیب دوست جناب مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؔ نے جب مجھے اس شعری مجموعے کے بارے میں چند سطور تحریر کرنے کا اعزاز بخشا تو میں قدرے سہم گیا۔ اس لئے کہ من آنم کہ من دانم۔ کہاں میری علمی کم مائیگی اور کہاں ایک علامہ دوست کی معیاری شاعری کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار، اس پر مستزاد یہ کہ جہاں میں جناب فانیؔ کی دوستی اپنے لئے مایۂ افتخار سمجھتا ہوں۔ وہاں اردو، فارسی، عربی، زبانوں پر ان کے بے مثل عبور کبھی کبھی مجھے شدید احساس کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ان کی فقیرانہ فطرت اور قابل رشک علمیت، پشتو' فارسی اور عربی کے جدید و قدیم شعری سرمائے سے ان کی بھرپور آگہی، ان چاروں زبانوں میں ان کی شعری تخلیق کے معیاری تجربے، ان میں سے ہر ذیلی عنوان الگ الگ تفصیلی تحریر کا متقاضی ہے۔

آمدم برسر مطلب! طویل دیباچوں اور پیش لفظوں کا دور شاید گزر گیا۔ قارئین کرام مختصر طور پر کتاب اور اسکے مصنف کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، اسے میری ضد کہیئے کہ ایسے موقعوں پر میں مصنف دوست کی کہانی انکی زبانی لکھا کرتا ہوں تاکہ ادبیات کے محقق کو مستقبل میں یہ زحمت اٹھانا نہ پڑے کہ مذکورہ شاعر و ادیب کون

تھا، کہاں کا رہنے والا تھا، زندگی کے حالات کیا تھا وغیرہ وغیرہ......بس تو میری درخواست کوشرف قبولیت بخشتے ہوئے میرے اس درویش صفت دوست نے لکھا''

مورخہ ۱۵اپریل ۵۴ء کوضلع صوابی کے مشہور قصبہ زروبی میں متکلم اسلام حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدرالمدرسین دارالعلوم حقانیہ کے ہاں بندہ کی ولادت ہوئی' ناظرۂ قرآن کریم اپنے گھر پڑھا اور یہ بندہ پراللہ تعالیٰ کی خصوصی نظرکرم ہے کہ پہلے پارہ کے دوتین ورق پڑھنے کے بعد دیگر پارے بغیر استاد کے پڑھے۔

بعدازاں اپنے گاؤں زروبی کے مڈل سکول میں داخلہ لیا اورسکول کے ساتھ ساتھ اپنے والدصاحب مرحوم سے دینی رسائل اور فارسی نظم کے رسالے پڑھتا رہا،مثلاً کریما پنج کتاب اور گلستانِ سعدی وغیرہ۔

مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد چونکہ ہمارے گاؤں میں اس وقت تک ہائی سکول نہیں بنا تھا نویں اور دسویں کلاس کے لیے گورنمنٹ ہائی سکول ٹوپی یا سکول مرغز لڑکے جایا کرتے تھے۔حضرت والدصاحب مرحوم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں صدر مدرس تھے۔اس لیے انہی کے ایماء پر بندہ نے گورنمنٹ ہائی سکول اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا، یہاں پرنویں جماعت پاس کی اوردسویں جماعت میں سہ ماہی امتحان کے بعد واپس گاؤں آیا اورٹوپی کے ہائی سکول میں داخلہ لیا اور وہاں سے ۱۹۷۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، میٹرک کے بعد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا اورساتھ ساتھ حفظ القرآن میں بھی مشغول رہا۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے درسِ نظامی کے ساتھ بندہ نے قرآن پاک حفظ کیا۔۱۹۷۸ء میں درسِ نظامی سے

فراغت کے بعد دوسرے ہی سال دارالعلوم حقانیہ میں بحیثیت مدرس بندہ کا تقرر ہوا اورصرف ونحو منطق اورادب کی مختلف کتابیں تفویض ہوئیں۔

شعر و شاعری اور ادب کے ساتھ شوق ابتداء ہی سے تھا ابتداء میں اپنی مادری زبان پشتو میں شاعری کرتا رہا اور اسی طرح فارسی میں بھی طبع آزمائی اور تک بندی کی کوشش کی۔ زمانۂ طالب علمی میں بعض غزلیں پشتو رسائل اور مجلّات میں چھپتی رہیں اور ساتھ ساتھ اپنی دانست میں اہم مفید مضامین کے تراجم کرتا رہا اسکے بعد وقتاً فوقتاً ملک و بیرون ملک کے مختلف جرائد اور اخبارات میں راقم کے مضامین آتے رہے

۸۳ء میں طبیعت اردو شاعری کی طرف مائل ہوگئی اور پھر اردو میں طبع آزمائی شروع کی۔ چنانچہ روزنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک، ماہنامہ ''الخیر'' ملتان، ''خدام الدین'' لاہور، ''ترجمان اسلام'' لاہور، ''بینات'' کراچی، ''النصیحہ'' چارسدہ اور دیگر اخبارات و رسائل میں راقم کی نظمیں اور غزلیں شائع ہوتی رہیں۔ عمومی طور پر ان نظموں اور غزلیات کو پذیرائی حاصل ہوئی، علاوہ ازیں عربی شاعری میں بھی مشق جاری رہی، چنانچہ بندہ کا عربی مرثیہ جو کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سانحہ ارتحال پر لکھا گیا تھا۔ وہ جب ماہنامہ ''الحق'' میں چھپا تو ''الحق'' ہی سے وہ مرثیہ دیوبند کے عربی ماہنامہ ''الثقافہ'' میں شائع ہوا۔

حضرت والد صاحب مرحوم کے سانحہ ارتحال کے بعد اکثر احباب کا تقاضا ہوا کہ ان کی سوانح عمری اور حالات زندگی پر ایک کتاب مرتب ہونی چاہیے۔ چنانچہ راقم نے ایک ضخیم کتاب ''حیات صدر المدرسین'' کے نام سے مرتب کی۔ کتاب کی

افادیت کے پیش نظر وزارتِ تعلیم صوبہ سرحد نے سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں کے لیے منظوری دی ہے۔

دیگر تالیفات میں ''افادات حلیم'' جس کی دوسری اشاعت مزید اضافوں کے ساتھ طبع ہوچکی ہے۔ یہ کتاب بھی صوبہ سرحد کے سکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں کے لیے وزارتِ تعلیم صوبہ سرحد نے منظور کی ہے۔

ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جو ادارتی شذرے ملک وملت کی مشہور شخصیات کے سانحہ ہائے ارتحال پر لکھے تھے۔ بندہ نے وہ اداریئے مرتب کئے اور ان پر تعلیقات اور حواشی کا اضافہ کیا، چنانچہ وہ اداریئے اب ''کاروانِ آخرت'' کے نام سے مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے کتابی شکل میں شائع کرائے ہیں۔

حضرت والد صاحب مولانا عبدالحلیم قدس سرہ کے انتقال پر پشتو زبان میں آں مرحوم کے تلامذہ اور بندہ کے احباب نے رقت انگیز اور پر درد مرثیے لکھے تھے بندہ نے وہ مراثی یکجا کر کے ''غم بے شان'' کے عنوان سے شائع کئے جس کا پیش لفظ ملک کے معروف نقاد، ادیب، ڈرامہ نگار، افسانہ نویس، شاعر اور مصنف جناب پروفیسر افضل رضاؔ نے لکھا۔

برادرم محترم جناب مولانا عبدالقیوم حقانی کی تالیفات پر راقم نے مفصل تبصرہ لکھا جو کہ ''نقوش حقانی'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ حضرت والد صاحب مولانا عبدالحلیم قدس سرہ کے آمالی اور تقریرات پر کام شروع ہے انشاء اللہ وہ بھی بہت جلد

زیور طباعت سے آراستہ ہو جائیں گے، یعنی مسلم شریف، بخاری شریف، بیضاوی شریف اور تلویح و توضیح اور مسلم الثبوت پر افادات بھی زیر ترتیب ہیں۔

راقم نے ملک وملت کے مشہور علماء اور فضلاء کے سوانح ارتحال پر اردو میں مرثیے لکھے ہیں وہ بھی بہت جلد منظر عام آئیں گے، (اب وہ کتاب داغہائے فراق کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے) پشتو زبان کا مجموعہ بھی مکمل ہو چکا ہے اور ''ازغی دتمنا'' کے نام سے پشتو غزلیات کا مجموعہ طبع ہو گیا ہے۔ اسی طرح مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ کے سانحۂ ارتحال پر جن شعراء نے نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے نذر اشک کے عنوان سے بندہ نے وہ مراثی یکجا کئے ہیں۔

صوبہ سرحد کے مشاہیر علماء وفضلاء کے حالات جو کہ وقتاً فوقتاً بندہ مضامین کی شکل میں ماہنامہ ''الحق'' میں دیتا رہا، وہ مجموعہ بھی زیر ترتیب ہے ان میں اکثر مشاہیر وہ فضلاء ہیں جن کے حالات زندگی اور سوانح مطبوعہ نہیں۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری کے سوانح حیات کے علاوہ اپنے اساتذہ کرام احباب اور دوستوں کی جدائی پر بندہ کے تاثرات بنام ''چند تابندہ نقوش چند رخشندہ نفوس'' بھی تکمیل کے مراحل میں ہیں۔''

ویسے تو جناب فانی کے پشتو، اردو، فارسی، اور عربی شاعری کے نمونے میری نظروں سے ماہنامہ ''الحق'' کے صفحات پر گذرے تھے لیکن ان کے اردو شاعری کا یہ پہلا مجموعہ پہلی دفعہ مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔۔۔۔۔۔ اردو کے مشہور شاعر فانی بدایونی کا کلام تو اردو ادب کے ایک ادنی طالب علم کی حیثیت سے پڑھا تھا لیکن پشتون فانی کا

یہ مجموعہ اردو زبان میں مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ محمد ابراہیم فانی (جن کی مادری زبان پشتو ہے) جہاں فارسی، عربی زبانوں پر دسترس رکھتے ہیں، وہاں اردو میں بھی وہ نہایت روانی اور آسانی سے شگفتہ انداز میں واردات قلبی اور معاملات حسن و عشق، احساس محرومی، غم جاناں اور غم دوراں کو سپرد قلم کر سکتے ہیں۔ آپ کی نظموں اور غزلوں میں جو بیساختہ پن اور روانی ہے، وہ دوسرے پشتون شعراء کی اردو شاعری میں شاید آپ کو کم ہی ملے، فانی اپنے دل کی بات دوسروں کے دلوں تک پہنچانے کا فن جانتے ہیں۔ آپ کی یہ فنکارانہ صلاحیت جہاں آپ کی پشتو، فارسی اور عربی شعری فن پاروں میں نمایاں ہے وہاں آپ کی اردو شاعری میں بھی بھرپور انداز سے جھلکتی ہے۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں فانی صاحب کے چند اشعار مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں جنکے مطالعے سے قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس مجموعے کے شاعری کس درجے کی ہے۔

شوخی رفتار اپنی ناز برداروں سے پوچھ
تلخئی راہ محبت عشق کے ماروں سے پوچھ
چارہ سازی چھوڑ دی ہم نے جنون عشق کی
اس مرض کی چارہ گر کوئی دوا ہو یا نہ ہو

طعنہ ہائے گمرہی ہم سہہ رہے تھے رات دن
راہ پر جب آگئے تو رہنما کوئی نہ تھا

سبحہ گردانی نہیں بس ذوقِ ایمانی کا نام
جب ترے سینے میں زاہد سوزِ سلمانی نہیں

میں ہی محروم تمنا تشنہ کام دید ہوں
میکدے میں ورنہ فیضِ ساقی گلفام ہے

اپنی قسمت سے گلہ تھا ان سے کچھ شکوہ نہ تھا
اس حسین پیکر نے میرے عشق کو سمجھا نہ تھا

مرا شوق ِ جبیں سائی نہ انداز نوا بدلا
مگر تیرا نہ اے ظالم یہ عنوانِ جفا بدلا

بیخودی خطرے میں ہے دیوانگی خطرے میں ہے
اے غم ِ ہستی مری آوارگی خطرے میں ہے

اب تو یہ دل ہے بسانِ قطرۂ آبِ رواں

اے مریض دل نہ رو ورنہ ٹپک جاتا ہے دل

ہم بڑھے جاتے تھے انجام سفر سے بے خبر

رک کے جب منزل پہ دیکھا کوچۂ صیاد تھا

اب میں قارئین کرام اور اس شعری مجموعے کے درمیان مزید حائل نہیں ہونا چاہتا، اپنے محترم دوست جناب فانی کی اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دستِ بہ دعا ہوں کہ ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

محمد افضل رضا

۶ ستمبر ۱۹۹۳ء

☆☆☆

تعارف

از .... جناب پروفیسر محسن احسان صاحب اسلامیہ کالج پشاور

جناب محمد ابراہیم فانی دارالعلوم حقانیہ سے ایک طویل عرصہ سے وابستہ ہیں۔ ان کی ذہنی اور روحانی نشو ونما انتہائی مذہبی اور دینی ماحول میں ہوئی اور اب یہ اسی لگن اور کاوش کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں۔ ان کا ذوق شعر اور اسلوب سخن انتہائی عمدہ ہے۔ سماجی زندگی میں شرافت، خودداری اور صاف گوئی، ایمانداری اور سادگی اور بزرگوں کی تعظیم کو پیش نظر رکھنے کا جو اعلیٰ درس دیا جاتا ہے۔ فاؔنی صاحب اس کا ایک اچھا نمونہ ہیں۔ وہ اخلاص و محبت کا پیکر ہیں، شرافت اور ہمدردی ان کے مزاج میں شامل ہے اور زندگی کے دکھ درد اور رنج وآلام سے نباہ کرنا اس کی طبیعت میں رش بس گیا ہے اور یہ سب کچھ ان کے کلام آئینہ میں دکھائی دیتا ہے جینے کی آرزو، اللہ پر کامل یقین، موت سے باتیں، ماضی کی یادیں، حال کی فریادیں، مستقبل کی امنگیں، زندگی سے شکوے شکایتیں، والدین سے والہانہ جذبہ عقیدت و محبت، پاکیزہ قلبی، غرور بیجا سے اجتناب حیاتِ فانی کی بے مائیگی کا احساس۔۔۔۔۔ یہ اور اس کے علاوہ اور بہت کچھ جناب فاؔنی کے اشعار میں آپ کو نظر آئے گا۔ پشتو زبان وادب سے شغف اور پشتون معاشرے میں آنکھ کھولنا اور اس میں سانس لینے کے باوجود ابراہیم فاؔنی کی اردو زبان و ادب سے اتنی دلچسپی قابل تحسین ہے۔

آپ ان کے موتیوں جیسے سچے اور کھرے جذبات واحساسات کو دیکھیے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات کس طرح دل کی

گہرائیوں میں اُتر جاتی ہے۔شوق اگر سچا ہواور جذبہ نیک ہوتو انسان کسی نہ کسی صورت منزل تک رسائی حاصل کرہی لیتا ہے۔ فانؔی صاحب کے جذبوں کی پاکیزگی اور احساسات کی نفاست یقیناً انہیں اس سفرِ شوق میں رواں دواں رکھے گی اور وہ ایک نہ ایک دن منزل تک پہنچ جائیں گے۔میری بہت سی دعائیں اور نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں۔

☆☆☆

پیش لفظ

از .... جناب سراج الاسلام سراجؔ صاحب اکوڑہ خٹک

پسرم محمد ظاہر جس زمانے میں میٹرک کا طالب علم تھا ان دنوں اس کا ایک ہم جماعت اس کے پاس گاہے گاہے آیا کرتا تھا۔ عادات واطوار کے لحاظ سے بہت شائستہ اور چہرے سے ذہین و فطین نظر آتا تھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ برخوردار سعادت آثار محمد ابراہیم نام رکھتا ہے اور دارالعلوم حقانیہ کے صدر مدرس حضرت مولانا عبدالحلیم آف زروبی کا نور چشم ہے۔ چنانچہ اسی دن سے قلب ونظر میں جاگزیں ہوا۔

....

صبح سویرے ہوا خوری کے لیے نکلنا میرا معمول تھا اور دارالعلوم حقانیہ کی مسجد سے ہو کر گھر لوٹتا۔ جب بھی مسجد کی جانب نظر پڑتی، برخوردار محمد ابراہیم کو صحنِ مسجد میں قرآنِ پاک حفظ کرنے میں مصروف پاتا، جس دن میٹرک کا رزلٹ اخبار میں شائع ہوا طلبہ بے چینی کی حالت میں نیوز ایجنسی کے چکر کاٹتے رہے اس روز مسجد سے گزرا تو میں برخوردار محمد ابراہیم کو نتیجہ امتحان کی اعلان سے آگاہ کیا لیکن اس نے بے پرواہی سے بات کو ٹالتے ہوئے کہا کہ کسی" کلاس فیلو سے معلوم ہو جائے گا" اور مزید کچھ وقت ضائع کئے بغیر حفظ قرآن مشق میں دوبارہ مصروف ہوا۔ اب مجھے محمد ابراہیم کی مستقل مزاجی اور متانت کا بھی اندازہ ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ برخوردار

موصوف نے اعلیٰ نمبر حاصل کر کے کامیابی حاصل کی اور دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا اور اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ تعلیمی مراحل طے کر کے امتیاز کے ساتھ آگے بڑھتا رہا، پھر کم سنی میں دستارِ فضیلت سے بہرہ ور ہو کر اسی مادر علمی کی آغوش میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور ساتھ ہی فانؔی کے تخلص سے اپنا ذوق سخن بھی جاری رکھا اور اب میں اسے برخوردار محمد ابراہیم نہ کہہ سکا۔

....

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانؔی صاحب اس مشہور علمی ادارہ میں ممتاز شخصیت کی حیثیت سے طلباء اور اساتذہ میں یکساں مقبول ہیں۔ ادب وانشاء میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ پشتو، عربی اور فارسی زبانوں کی تحریر و تقریر میں یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ آپ کے کلام بلاغت نظام میں حسن آفرینی کے عجیب عجیب جواہر پارے پائے جاتے ہیں۔ ماہنامہ "الحق" میں آپ کے مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔

....

جنوری ۸۳ء میں والد بزرگوار کی رحلت نے ان کو بے حد متاثر کیا۔ حقیقت میں یہ ایک ناقابل فراموش سانحہ تھا، جس کی تعبیر فانؔی صاحب کے لیے پشتو کے اس مصرعے کے مصداق تھی۔۔۔۔

غم دی ښادر نه دے چه زوړ شی

زه به ځوانی ورسره رورو زړه ومه

حضرت مولانا کی وفات حسرت آیات "موت العالِم موت العَالَم" کے مصداق بہت سارے اہل علم واہل قلم کے لیے ایک عظیم سانحہ تھا۔ مختلف زبانوں کے ادبا اور شعراء نے نظم ونثر میں علامہ مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ خود محترم فانیؔ صاحب بھی چاروں زبانوں میں مرثیے لکھ لکھ کر داغہائے فرقت کا مداوا کرتے رہے۔ جملہ مضامین کو یکجا کر کے حیات صدر المدرسین کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ اسی طرح "افادات حلیم" کے نام سے ایک دوسری کتاب شائع کر کے علامہ مرحوم کے فیوضات کو عوام تک پہنچانے کی پوری پوری سعی فرمائی۔ پشتو زبان میں مختلف شعراء کے کلام کو بے شان غم کے نام سے شائع کر کے اپنے والد بزرگوار کے اسم گرامی کو زندہ جاوید فرمایا۔ ("غم بے شان" آپ کے والد مرحوم کا مادہ تاریخ وفات ہے)

....

پشتو زبان کا محاورہ ہے کہ گھنے درخت کا سایہ بھی گھنا ہوتا ہے۔ اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ پھلنے پھولنے والے فانیؔ صاحب بھی بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ عالم فاضل ہونے کے ساتھ ادیب اور شاعر ہیں۔ نکتہ رس اور نکتہ سنج ہیں، مختلف زبانوں کے سینکڑوں اشعار حفظ ہیں، اگرچہ مشاعروں میں شریک نہیں ہوتے لیکن موقعہ کی مناسبت سے نجی محفلوں میں برجستہ اشعار سماعت فرماتے رہتے ہیں۔

محترم فانیؔ صاحب کو شاعری کے جملہ اصناف پر عبور حاصل ہے زیر نظر کتاب آپ کے اردو منظوم کلام کا مجموعہ ہے، جس میں حمد ونعت کے علاوہ نظم غزل

تضمین، قصیدہ، مرثیہ، سہرہ پند و نصیحت اور عصر حاضر کے مسائل پر اظہار خیال پایا جاتا ہے۔ حیران ہوں کہ فانؔی صاحب کے کلام میں سے کس کس شعر کا انتخاب کروں، جگہ اور وقت کم اور منتخب اشعار بے شمار ہیں۔ بہر حال چند پسندیدہ اشعار لکھنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

حمد باری تعالیٰ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:۔

خالقِ کون و مکاں تیرے سوا کوئی نہیں
انجم و مہتاب سے دامانِ گردوں بھر دیا
مہر عالمتاب ہے روشن دلیل " کن فکاں "
اور یہ نورِ سحر برہانِ وحدت بے ریا

محترم فانؔی صاحب نے یہاں نور سحر کو خالق حقیقی کی وحدانیت کو دلیل قرار دیا ہے اور ایسا ہی ایک خیال جوش ملیح آبادی مرحوم نے ایک شعر میں ظاہر کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوتِ حق کے لیے
اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

ایک نعت کا ایک شعر جس میں شعر کی روانی اور دل کی تڑپ دونوں قابل ملاحظہ ہیں۔۔۔۔۔

فانی وہ خرابہ ہے اس دل نہیں کہتے
جس دل میں نہ رقصاں ہو تمنائے مدینہ

فانیؔ صاحب کا کلام فصاحت و بلاغت، لطافت و نزاکت، متانت اور ترنم کی تمام صفات سے موصوف ہے۔ "فریاد ہے" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

لٹ رہا ہے عالم اسلام یوں فریاد ہے
کیسی آئی گردشِ آیام یوں فریاد ہے
مجلس اقوام امریکہ کی تابع بن گئی
سو گئی ہے غیرتِ اقوام یوں فریاد ہے
چار سو دنیا میں ہے مسلم خدایا خستہ حال
ہر جگہ رسوا ہے اور بدنام یوں فریاد ہے
مرغزاروں لالہ زاروں یہ چناروں کی زمیں
جل رہی ہے ہم کریں آرام یوں فریاد ہے

بابری مسجد کی شہادت پر یوں ماتم کناں ہیں اور آخر میں ان زیادتیوں کا علاج بھی بتا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہر قدم پر خون کی ندی خدایا بہہ گئی
اور یہ چشم فلک حیرت زدہ ہی رہ گئی
آسماں کو حق یہ حاصل ہے کہ برسائے لہو
بابری مسجد نجس ہندو کے ہاتھوں ڈھ گئی
زخمِ بیتِ مقدس و اقصیٰ ابھی تازہ ہی تھا
وہ مصیبت ملت بیضا تو کیسے سہہ گئی

الجہاد اللہ اکبر ہے لعینوں کا علاج

کس طرح پھر بھاگتا ہے دیکھ ہندو سامراج

فانؔی صاحب علامہ اقبالؒ کے مداح ہیں۔ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ ؎

تھے عالم اسلام پر ادبار کے حالات

یورپ کو سمجھنے لگا بس قبلہ حاجات

جب امت مرحوم ہوئی دین سے بیزار

تقدیر نے دی ملت بیضاء کو یہ سوغات

دانائے راز صورتِ اقبالؒ آ گیا

بتلائے اس نے قوم کو ملی تشخصات

تو حافظؒ و رومیؒ کے تصور کا امیں ہے

مشرق کے لیے باعث صد فخر و مباہات

وادیٔ کشمیر میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے اس پر فانؔی صاحب "اے خطۂ کشمیر" کے زیر عنوان اپنے جذبات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔۔۔۔ ؎

دشمن تمہارا حسن مٹانے پہ تلا ہے

اُف وقتِ دعا ہے

ہر ذرہ ترا آگ کے شعلوں میں گھرا ہے

اک حشر بپا ہے

ماتھے پہ ترے سرخیِ خونِ شہدا ہے
مظلوم فضا ہے
وابستہ مسلماں کی ترے ساتھ ہے تقدیر
اے خطۂ کشمیر

بوسنیا میں سربوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی جو نسل کشی جاری ہے، اس پر فاؔنی صاحب کا احساس دل تڑپ اٹھا۔ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔

مقتلِ مسلم ہے گویا بسنیا کی سرزمیں
یورپ عیار کی دیرینہ مکاری تو دیکھ
مسلم خوابیدہ وہ تیری حمیت ہے کہاں
چشم غیرت وا بھی کر غیروں کی عیاری تو دیکھ
مجلس اقوام ہے بے دست و پا سربوں کی ضد
آسماں برسا لہو یہ مسلم آزاری تو دیکھ
خاک و خوں میں اب تلک غلطاں ہے یہ ارض عراق
اتحادی فوج کی وہ برق رفتاری تو دیکھ
ملت بیضا کے غم میں تا بکے یہ اشک خوں
اے دلِ ویرانِ فاؔنی اپنی لاچاری تو دیکھ

اپنے والد بزرگوار کے ایک مرثیہ میں رقمطراز ہیں۔۔۔۔۔۔

قاسم ومحمود وانور کی جھلک تجھ میں عیاں

شیخ عبدالحق کے دیرینہ رفیق و رازداں

مفتخر تجھ پر ہے تقویٰ وتصوف کا جہاں

مشغلہ ہر دو کا تھا درس احادیث وقرآن

سیدی شیخی ابی والائے اوصاف کمال

رب نے تجھ کو دی فراست مؤمنانہ لازوال

والد بزرگوار سے ایک دوسرے موقع پر یوں مخاطب ہیں۔۔۔۔ ؎

ایک مرے مرحوم والد قبلہ گاہ محترم

تیری تربت پر کھڑا ہوں پیکر تصویر وغم

تو نے مجھ ناچیز کو بخشا ہے ذوق آگہی

ورنہ کس قابل تھا یہ اک ذرہ دشتِ عدم

تیرے خوانِ علم سے زلہ ربائی میں نے کی

یہ نصیب اللہ اکبر ہے انعام ذوالحکم

فانیؔ بیچارہ اُف یہ کون زیر خاک ہے

درحقیقت نازش اہل عرب فخر عجم

تیری تربت پر چراغ طور نور افشاں رہے

حشر تک تو ہم نشینِ رحمت یزداں ہے

اے خطۂ کشمیر، شان صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، مرحبا، بابری مسجد، زروبی، شہادت گاہ بالاکوٹ، اے محبت کی زمین، رشک بتان آزاری اور اس طرح کے اور بہت سے اہم موضوعات پر محترم فانیؔ صاحب کے جذبات واحساسات کا اظہار بشکل اشعار انتہائی قابل قدر ہے۔

حضرت امیر خسروؒ کی مشہور غزل اے چہرے زیبائے تو رشک بتان آزری پر فانیؔ صاحب کی خوبصورت تضمین کا ایک بند ملاحظہ ہو:

دنیائے دل میں ہے مری بس تیرے دم سے روشنی
ہر گز نہیں آتی کبھی میری محبت میں کمی
صورت ہیولیٰ کی طرح ہم تم میں ہے وابستگی
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

شہادت گاہ بالاکوٹ پر طویل نظم سے یہ بند اپنی سلاست اور روانی کے لحاظ سے کس قدر دلفریب ہے۔

وادی کاغان یہاں کے دشت و دامن کوہسار
کہہ رہے ہیں قصۂ جور و ستم دیوانہ وار
اور زبان حال سے گویا ہے دریائے کنہار
اس نے دیکھا ہے یہاں پر ذوق ایماں کا خمار

سن بھی لے یہ ماجرائے دلربا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

محترم فانؔی صاحب غزل کی سرزمین کو بھی آراستہ و پیراستہ کر گئے ہیں فرماتے ہیں:

مجھے اقرار ہے اپنی خطا کا
کہ شکوہ کرلیا تیری جفا کا
صفِ دشمن میں ہے وہ دلربا بھی
صلہ اب یہ ملا اپنی وفا کا

....

ان کے کوچے سے مگر گزرے نہ تھے پہلے کبھی
ہم کسی منزل پہ یوں ٹھہرے نہ تھے پہلے کبھی
آج ان کو میرا انداز جنوں اچھا لگا
اس قدر جی بھر کے وہ ہنسے نہ تھے پہلے کبھی
آج رنگ مہران نامہرباں آنکھوں میں ہے
ورنہ وہ نالے مرے سنتے نہ تھے پہلے کبھی
ان کی مست آنکھوں میں فانؔی تھا محبت کا خمار
ورنہ ساغر سے تو ہم بہکے نہ تھے پہلے کبھی

....

غزل کی یہ روانی اور جذبات واحساسات کی یہ فروانی ملاحظہ ہو۔

جمع تھے جو چند فرزانے تو وہ بھی ساتھ تھا
سن رہے تھے میرے افسانے تو وہ بھی ساتھ تھا
میں نے جب رکھا اسی کوئے ملامت میں قدم
لوگ مجھ کو آئے سمجھانے تو وہ بھی ساتھ تھا
وائے حسرت سوچ فانؔی اس شناسا شہر میں
ہو گئے احباب انجانے تو وہ بھی ساتھ تھا

....

بعد مدت کے ملا ہے سایۂ دیوار یار
جستجو کو میری حاصل یہ تن آسانی نہ تھی
بہر اظہار الم ان کو سنائی تو غزل
ورنہ ان کی بزم میں رسم غزل خوانی نہ تھی

تشنہ لب ہے بوئے گل گیسو کو لہرانا ذرا
مضطرب ہے چاندنی چہرہ دکھا جانا ذرا
کیسے کیسے چشم و عارض خاک کی زینت بنے
گردش دوراں خدارا لوٹ کر آنا ذرا

....

ساقیا نظریں ملا میں پھر نہ شائد آسکوں
آج جی بھر کے پلا میں پھر نہ شاید آسکوں

....

بدلیں گے انداز تیرے یہ کبھی سوچا نہ تھا
دل نے اے جان تمنا یہ ستم دیکھا نہ تھا
زندگی میں پیش آئے ہیں حوادث نو بہ نو
اب کے جو طرز جنوں ہے پہلے تو ایسا نہ تھا
تجھ سے میں کیوں دور ہو جاؤں کہیں گے کیا یہ لوگ
چاند تھا لیکن قریب اس کے قریب کوئی تارا نہ تھا

....

علاج اب کوئی کارآمد نہیں ہے
مری وارفتگی کی حد نہیں ہے
رقیب و یار کا یہ ربط باہم
یہ آنا جانا بے مقصد نہیں ہے

....

یہ وادی پھول و شبنم کی نہیں ہے
یہ رستہ پُرخطر ہے سوچ لینا
وصال و دید پر فانؔی نہ اُترا
یہ عرصہ مختصر ہے سوچ لینا

....

اک فریب آرزو ہے یہ جہان کیف و رنگ
نقش فانؔی کی بظاہر دلکشی مہنگی پڑی
آج انساں کی تباہی میں ہے اس کا اپنا ہاتھ
اس نئی تہذیب کی یہ روشنی مہنگی پڑی

....

طعنہ ہائے گمرہی ہم سہہ رہے تھے رات دن
راہ پر جب آگئے تو رہنما کوئی نہ تھا

....

العرض بمصداق مشتے نمونہ از خروارے اپنے پسندیدہ اشعار پر اکتفا کرتا ہوں۔ قارئین خود مکمل کلام کا مطالعہ کر کے محترم فانؔی صاحب کے ادبی ذوق کا معیار مقرر کریں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا زور قلم اور زیادہ کرے۔ (آمین)

سراج الاسلام سراج ۱۲ر دسمبر ۱۹۹۳ء

حدیث دل

قارئین کرام پر یہ بات واضح کرنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ میں ایک سیدھا سادہ دیہاتی پشتون ہوں اور میری مادری زبان پشتو ہے، اردو سے مجھے ہزار درجہ پیار سہی لیکن غیر اہل زبان ہونے کے ناطے میرے کلام میں اساتذہ فن کو یقیناً بہت سی خامیاں نظر آئیں گی، رہی یہ بات کہ میری شاعری کی حقیقت کیا ہے؟ تو اس کے جواب کے لیے محترم مولانا ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

یہ مرے اشعار یہ ضرباتِ قلب بے قرار
ہیں مرے وجدانِ حسن و عشق کے آئینہ دار
شاعری ہے میری تنہائی کا اک شغل لطیف
اپنے بزم دل کا خود ساقی ہوں خود ہوں میگسار
جب ہوا کچھ کیف دل میں کہہ لیے دو چار شعر
پھر بقدر ذوق اس کو پڑھ لیا دو چار بار
عمر بھر میں چھپایا ان کو مثل راز دل
کیا سر محفل سناتا ماجرائے ناگوار
یہ نوائے تلخ و شیریں یہ فغانِ گرم و سرد
کیوں کسی اہل نظر کی طبع نازک پر ہو بار

میں ہوں جس عالم میں رہنے دو مجھے اے عارفؔی
محفلِ اہلِ ہنر سے دور اور بیگانہ وار

مجھے اپنی کم علمی، کم مائیگی اور کلام کی فنی خامیوں کے اندیشے سے اس مجموعہ کی اشاعت میں تامل رہا لیکن بعض اہل ذوق احباب کے پیہم اصرار سے اس کی اشاعت پر آمادہ ہونا پڑا، چنانچہ اب ''من قاش فروش دل صد پارہ خویشم'' کے مصداق آپ کے سامنے حاضر ہوں۔

آخر میں ملک کے ممتاز صاحب طرز شاعر جناب پروفیسر محسن احسان صاحب مشہور ڈرامہ نویس، افسانہ نگار، مؤرخ، ادیب، نقاد اور شاعر جناب پروفیسر محمد افضل رضؔا صاحب اور ممتاز غالب شناس اور ''عاشق غالب'' جناب سراج الاسلام صاحب سراؔج کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بے پناہ مصروفیات کے باوجود راقم کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اپنی قیمتی تحریر اور آراء سے اس مجموعہ کو شرفِ پذیرائی بخشا۔

محمد ابراہیم فاؔنی غفرلہ
زروبی۔ضلع صوابی
۱۸دسمبر ۱۹۹۳ء

بجہانِ دردمنداں تو بگو چہ کار داری
تب وتاب ماشناسی دل بیقرار داری
چہ خبر تراز اشکے کہ فروچکد زچشمے
تو بہ برگِ گل ز شبنم در شہوار داری

(اقبالؒ)

لا الہ الا اللہ

پیام نورِ مبیں لا الہ الا اللہ
ندائے عرش بریں لا الہ الا اللہ
ہے وردِ فرش زمیں لا الہ الا اللہ
صدائے روح امیں لا الہ الا اللہ
شرابِ ذکر سے آباد میکدہ دل کا
چراغِ طورِ یقیں لا الہ الا اللہ
ہجومِ یاس میں بس اک یہی سہارا ہے
خمارِ بادۂ دیں لا الہ الا اللہ
حضورِ رب میں ملی لذت جبیں سائی
مکانِ دل کا مکیں لا الہ الا اللہ
رہِ حیات میں کیا کیا نہ پیچ و خم آئے
جھکی مگر نہ جبیں لا الہ الا اللہ
دوائے زخمِ جگر ہے یہ ذکر رب فانیؔ
سکونِ قلبِ حزیں لا الہ الا اللہ

(۱۱ دسمبر ۹۳ء)

حمدِ باری تعالیٰ

لائقِ حمد و ثنا بس ایک ذاتِ کبریا
جس نے لفظِ کُن سے یہ سارا جہاں پیدا کیا
کس زباں سے میں بجا لاؤں خدایا شکریہ
میرے سینے میں فروزاں نورِ ایماں کی ضیا
اس کی سرمستی و مدہوشی کا عالم اور ہے
جس نے اک قطرہ زِ جامِ بادۂ وحدت پیا
خالقِ کون و مکاں تیرے سوا کوئی نہیں
انجم و مہتاب سے دامانِ گردوں بھر دیا
آسماں پر مہرِ تاباں ہے دلیل کُن فکاں
اور یہ نورِ سحر بُرہانِ وحدتِ بے ریا
اے خداوندا سوالِ فانیؔ عاجز ہے یہ
میرے دل میں کر تو روشن عشق احمدؐ کا دیا

(۲۹ دسمبر ۹۳ء)

انوارِ عقیدت

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دان محمدؐ است

غالبؔ

وہ دانائے سبل ختم الرسلؐ مولائے کل جس نے
غبارہ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

(اقبالؒ)

ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

دے مجھے یارب زباں بہر ثنائے مصطفیٰ ؐ
جس پہ جاری مدح احمد ہو خدائے مصطفیٰ ؐ

کس قدر وجد آفریں ہے شہر طیبہ کی ہوا
سرمہ چشم سعادت خاکِ پائے مصطفیٰ ؐ

کر ہمیں یا رب غلامانِ محمدؐ میں قبول
تیرے در پر ہے سوالی اک فدائے مصطفیٰ ؐ

عاشق زلفِ نبی فخر گروہ بیدلاں
رشک شاہانِ جہاں ادنی گدائے مصطفیٰ ؐ

بہر نصرت آگئے کتنے ملائک بدر میں
اللہ اللہ عظمت و شان دعائے مصطفیٰ ؐ

روضۂ اطہر ترا ہے جلوہ گاہ قدسیاں
عالم امکاں میں ہے ہر سو ضیائے مصطفیٰ ؐ

باعث تسکین جان و روح ہے یادِ نبی
کیف آور ہے یہ ذکرِ جانفزائے مصطفیٰ ؐ

ہے مصائب کے بھنور میں امت ختم الرسل
غرق فریاد و فغاں ہے بے نوائے مصطفیٰؐ

روزِ محشر فانیؔ عاجز یہ منظر دیکھنا
عاصی امت بھی ہے زیرِ لوائے مصطفیٰؐ

(۲۸ستمبر۱۹۹۳ء)

نورالاولین

جمیل و نازنیں تم ہو حسینوں کے حسیں تم ہو

اجالے جس سے پھوٹے ہیں وہ مہتاب مبیں تم ہو

گنہ گاروں کا ہوگا آسرا جو روز محشر میں

وہ ختم المرسلیںؐ تم ہو شفیع المذنبیں تم ہو

تمہی پر ناز ہے ساری خدائی کو حضورما

سراپا رحمتِ کون ومکاں اے مہ جبیں تم ہو

ہوئے رشک عدن جس سے حجاز ونجد کے ذرے

وہ حسنِ سرمدی تم ہو وہ نوراولیں تم ہو

خدانے دے دیا ہے معجزہ آیاتِ قرآں کا

شب معراج میں وہ محرمِ اسرار دیں تم ہو

صفا کی جلوتوں میں زمزمے توحید کے گونجے

حرا کی خامشی میں واہ وہ خلوتِ نشیں تم ہو

زبان فانؔی عاجز ہے تیری مدح سے قاصر

خدا کے بعد بس اک رحمۃ للعالمین تم ہو

(۳۱ جولائی ۸۵ء)

مطبوعہ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک بابت جنوری ۹۲ء

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

سرور دنیا و دیں وہ رحمۃ للعالمینؐ
مہ لقا زیبا جبیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

ختم جن پر ہو گیا پیغمبروں کا سلسلہ
وہ نبیؐ آخریں وہ رحمۃ للعالمینؐ

عاصیوں کے واسطے جو آسرا ہے حشر میں
وہ شفیع المذنبیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

کس قدر دیکھو حسین نسبت احد احمد میں ہے
رب ہے رب العالمیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

والضحیٰ ہے روئے انور جس پہ شاہد ہے قرآن
دلربائے نازنیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

افضل و ختم الرسل وہ پیشوا وہ رہنما
حامل دین مبیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

دلنواز و جانفزا فانیؔ وہ فخر المرسلیں
مرہمِ قلبِ حزیں وہ رحمۃ للعالمینؐ

(۲۸ ستمبر ۹۳ء)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شاہ مدینہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہادیٔ کونین رہبر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خواجۂ گیتی ساقیٔ کوثر معدنِ حکمت شافع محشر
حسنِ سراپا اطہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حامل تاجِ ختمِ رسالت رونق بزم عالم امکاں
جلوۂ فطرت افسرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صاحبِ قرآں مرسل خاتم افضل انساں نازش آدم
مہر درخشاں نیّرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جسم منور خلق مکمل رشک بلاغت نطقِ مدلل
فخر رسولاں دلبر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صبح بہاراں لطف مجسّد مہر مجسم نور مجد
نکتۂ ایماں محور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جانِ دو عالم آیۂ رحمت گوہر یکتا بحرِ نبوت
زینت کعبہ برتر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فانیؔ عاجز مادحِ آقا باعث تسکین وجہِ شفاعت
نعتِ حبیبِ داورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۸ نومبر ۹۳ء

سلام اے جاں جاں ایک کملی والے

یہ میری زندگی تیرے حوالے
سلام اے جانِ جاں اے کملی والے
حلاوت کس قدر ہے آزما لے
بصدق دل جو نام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے
خِرد تشکیک کی وادی میں گم ہے
مجھے تو اپنا دیوانہ بنا لے
نبی سارے کے سارے ہیں معظم
ترے انداز سب سے ہیں نرالے
فضا میں زمزمے صلِّ علیٰ کے
جہاں میں ہر طرف تیرے اجالے
یہ میخانہ ہے وہ رندو یہاں پر
مئے وحدت کے ملتے ہیں پیالے
مدینہ کی بہار آ گئیں فضائیں
زہے قسمت! مجھے طیبہ بلا لے

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹنے والے

خداوندا بفیضِ عشقِ آقاؐ
مجھے رحمت کی بستی میں بلالے

یہ سر ہو وقف سودائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فلک پر جارہے ہوں میرے نالے

بھنور میں ہے تری امت کی کشتی
مرے آقاؐ یہ ساحل پر لگا لے

غلامی ان کی رشک کجکلاہی
فقیری میں امیری کا مزالے

یہ فانی بندۂ مرہونِ عصیاں
اسے دامانِ رحمت میں چھپالے

۲۳نومبر سنہ ۹۳ء

میخانۂ عشق رسول ﷺ

کس قدر پر کیف ہے میخانۂ عشق رسول ﷺ
لا پلادے ساقیا پیمانۂ عشق رسول ﷺ

شمع رخسارِ نبیؐ پر مٹ گیا دیوانہ وار
بسملِ جاں سوختہ پروانۂ عشق رسولؐ

السلام اے دردِ الفت مرحبا اے یادِ یار
اللہ اللہ جلوۂ جانانۂ عشقِ رسول ﷺ

تیرے دیوانوں کو بھی حاصل ہے ذوق احترام
نازش فرزانگی دیوانۂ عشق رسول ﷺ

دے مجھے حبّ نبیؐ یارب بفیض مصطفےٰ ﷺ
وہ نہیں مؤمن جو ہو بیگانۂ عشقِ رسول ﷺ

دردِ عشق مصطفےٰ ﷺ ہے دولتِ تسکین جاں
توشۂ عقبیٰ مرا نذرانۂ عشق رسول ﷺ

روزِ محشر یا خدا دامانِ رحمت ہو نصیب
فانیؔ عاجز ہے اک مستانۂ عشقِ رسول ﷺ

(۲۰ نومبر ۹۳ء)

مانگتا ہوں

مدینے کی ہوائیں مانگتا ہوں
وہ رحمت کی فضائیں مانگتا ہوں

دل معمور عشق مصطفائی
فقیرانہ صدائیں مانگتا ہوں

مری یہ التجائیں باثر ہوں
جو روز و شب دعائیں مانگتا ہوں

بحالِ زار دل نظرِ عنایت
کریمانہ نگاہیں مانگتا ہوں

غم ہجر پیمبر میں جو برسیں
وہ اشکوں کی گھٹائیں مانگتا ہوں

دل درد آشنا مجھ کو عطا ہو
محبت کی ضیائیں مانگتا ہوں

ترے در کی گدائی ہو میسر
غلامانہ ادائیں مانگتا ہوں

مکین طیبہ فانؔی جن پر خوش ہو
وہ نغمے وہ نوائیں مانگتا ہوں

(۱۷نومبر ۹۳ء)

نام محبوب خدا

زینت کون و مکاں ہے نامِ محبوبؐ خدا
راز و سرِّ کُن فکاں ہے نامِ محبوبؐ خدا

کس قدر عظمت نشاں ہے نامِ محبوبؐ خدا
باعثِ تسکینِ جاں ہے نامِ محبوبؐ خدا

آپ ہی کی ذات سے منسوب نظمِ کائنات
وجہ تخلیق جہاں ہے نامِ محبوبؐ خدا

تشنہ کامی کا مداوا ہے یہی ذکرِ نبیؐ
ساقیِ تشنہ لباں ہے نامِ محبوبؐ خدا

ساعتِ کرب و بلا میں راحت دل مصطفٰےؐ
مرہمِ زخمِ نہاں ہے نامِ محبوبؐ خدا

نعتِ فانیؔ کیوں نہ ہوگی وجہ نازِ عاشقاں
رونق و حسن بیاں ہے نامِ محبوبؐ خدا

۱۶ نومبر ۹۳ء

میسر ہو ترے در کی فقیری یا رسول اللہ ﷺ

غلامی آپ کی رشکِ امیری یا رسول اللہ ﷺ
میسر ہو ترے در کی فقیری یا رسول اللہ ﷺ

قیامت میں گنہگاروں کا بس تو ہی سہارا ہے
بحشر از تو جویم دستگیری یا رسول اللہ ﷺ

یہ تیری یاد ہے وجہِ نشاط و باعث تسکین
سراپا نعمتِ ربّ قدیری یا رسول اللہ ﷺ

بعشقِ مصطفیٰؐ آباد میخواہم دل ویراں
برائے کِشتِ دل ابرِ مطیری یا رسول اللہ ﷺ

تری آمد سے دنیا میں عجب اک انقلاب آیا
نذیری تو منیری تو شہیری یا رسول اللہ ﷺ

نہیں مجھ کو سلیقہ نعت لکھنے کا مرے آقا ﷺ
خدارا عذرِ من فانؔی پذیری یا رسول اللہ ﷺ

بوقتِ مواجھہ شریف ریاض الجنہ میں یہ اشعار القاء ہوئے۔ فانؔی

مدینہ

اس سر میں شرربار یہ سودائے مدینہ
ہاں یہ دل بے تاب ہے جویائے مدینہ

محفوظ کروں آنکھ میں وہ لمحہ و منظر
گر آئے نظر گنبد خضرائے مدینہ

آلام زمانہ سے ہوں دلگیر و پریشاں
ہو چشم عنایت شہ والائے مدینہ

تسکینِ دل و راحتِ جاں ہے یہی بستی
ہے رشک جناں ذرّہ صحرائے مدینہ

اللہ! یہ قسمت ہو مری قابلِ صد ناز
مل جائے اگر محملِ لیلائے مدینہ

فانؔی وہ خرابہ ہے اسے دل نہیں کہتے
جس دل میں نہ رقصاں ہو تمنائے مدینہ

(۳۰ ستمبر ۱۹۹۳ء)

شانِ صدیق اکبرؓ

صداقت کے پیکر وہ صدیق اکبرؓ
رفیقِ پیمبرؐ وہ صدیق اکبرؓ

وہ شمع رسالت کے بسمل خدایا
محبت سراسر وہ صدیق اکبرؓ

پس انبیاء جو بفرمانِ احمدؐ
ہے خلقت میں برتر وہ صدیق اکبرؓ

نبیؐ کی رفاقت جو دورانِ ہجرت
جسے ہے میسر وہ صدیق اکبرؓ

پیمبرؐ نے جس سے امامت کرائی
وہ عظمت کے مظہر وہ صدیق اکبرؓ

قرآں جس کی توصیف پر ہے یوں ناطق
زہے یہ مقدّر وہ صدیق اکبرؓ

اثاثہ جو گھر کا تھا سارا کا سارا
کیا نذر سرورؐ وہ صدیق اکبرؓ

درِ مصطفیٰؐ کی غلامی پہ نازاں

وہ شیدا نبیؐ پر وہ صدیق اکبرؓ

ملا جن کو شرفِ خلیفہء اول

نہیں جس کا ہمسر وہ صدیق اکبرؓ

لسانِ نبوت نے جن کو سنائیں

بشارات اکثر وہ صدیق اکبرؓ

صفایا کیا جس نے اہل فتن کا

وہی نیک اختر وہ صدیق اکبرؓ

اسی کا ہے احسان امت پہ فانیؔ

بقول پیمبرؐ وہ صدیق اکبرؓ

۲۹ نومبر ۱۹۹۳ء

فاروق اعظمؓ مرحبا

اے رفیق مجتبیٰؐ فاروق اعظمؓ مرحبا
صاحب خیر الوریٰ فاروق اعظمؓ مرحبا

تیری دامادی میں آئے آفریں صد آفریں
تاجدارِ انبیاءؑ فاروق اعظمؓ مرحبا

بوبکرؓ، عثمانؓ، حیدرؓ ہیں مریدانِ رسولؐ
تو مراد مصطفےٰؐ فاروقِ اعظمؓ مرحبا

ہے اشداء علی الکفار یہ تیرا مقام
ہے یہ فرمانِ خدا فاروق اعظمؓ مرحبا

آپ کی غیرت پہ نازاں شانِ ختم المرسلینؐ
مرحبا یا مرحبا فاروق اعظمؓ مرحبا

تیری رائے کے مطابق آیتیں نازل ہوئیں
یہ تجھے رتبہ ملا فاروق اعظمؓ مرحبا

گلشن اسلام رنگین تیری آمد سے ہوا
پیکر صدق و صفا فاروق اعظمؓ مرحبا

چارسواسلام کا چرچا امیرا لمؤمنین

عہد میں تیرے ہوا فاروق اعظمؓ مرحبا

بعد میرے گر نبی ہوتا تو ہوتا یہ عمرؓ

ہے حدیثِ دلربا فاروق اعظمؓ مرحبا

تیری ہیبت سے جہانِ شرک پر لرزہ رہا

آفریں یہ دبدبہ فاروق اعظمؓ مرحبا

ہدیۂ ترحیب فانیؔ تحفۂ عشق و خلوص

توشۂ عقبیٰ مرا فاروق اعظم مرحبا

۱۵ جولائی ۹۲ء

عثمان ذوالنورینؓ

پیکر حلم و حیا عثمان ذوالنورینؓ ہیں
مظہر صبر و رضا عثمان ذوالنورینؓ ہیں

جامع قرآن و داماد نبیؐ جو بے گماں
نازش اہل تُقیٰ عثمان ذوالنورینؓ ہیں

بیعت رضوان ان کے واسطے آقاؐ نے لی
نور چشمِ مصطفیٰؐ عثمان ذوالنورینؓ ہیں

عقد میں جن کے رہیں حضرتؐ کی صاحبزادیاں
وہ عفیفِ خوش لقا عثمان ذوالنورینؓ ہیں

وحی قرآن مبیں ہے ان کی عظمت کی دلیل
لبسمل شمع حرا عثمان ذوالنورینؓ ہیں

جن کی مظلومی پہ شاہد گردش چرخ بریں
وہ امیر بے نوا عثمان ذوالنورینؓ ہیں

مال ان کا ملت بیضاء کے کا م آہی گیا
صاحب جو د وسخا عثمان ذوالنورینؓ ہیں

بیر رومہ کے عوض جنت خریدی ہے وہ کون
وہ غنی وہ باوفا عثمان ذوالنورینؓ ہیں
دشمن عثمان ہے بیزارِ اصحاب رسولؐ
یارِ محبوبِ خدا عثمان ذوالنورینؓ ہیں
برسرِ کوہِ احد جن کو بشارت مل گئی
وہ شہید باصفا عثمان ذوالنورینؓ ہیں
ان کی حرمت پر ہے فانیؔ دال توسیعِ حرم
کس قدر درد آشنا عثمان ذوالنورینؓ ہیں

بیانِ بوترابؓ

مرحبا یہ ذکر و یاد گل فشانِ بوترابؓ
مستقل تاریخ ہے گویا بیانِ بوترابؓ

وصف پر اس کے ہے ناطق یہ تراھم رکعاً
مرکز رشد و ہدایت ہے آستانِ بوترابؓ

فاطمہؓ بنت نبیؐ کے زوج ہیں وہ شیرِ نر
اللہ اللہ کس قدر عالی ہے شان بوترابؓ

جن کی سیرت ہے بس اک آئینہ عشقِ رسول ﷺ
مشعلِ راہ ہے حیاتِ جاوداں بوترابؓ

بارہا موج حوادث موت سے ٹکرا گیا
لائق تحسین ہے عزم جواں بوترابؓ

قوت بازو ہے اس کی فتح خیبر سے عیاں
''حیدرِ کرّار'' ہے بس ترجمان بوترابؓ

اپنے قاتل اور اعداء کردیئے خود ہی معاف
سارے عالم سے نرالا ہے جہانِ بوترابؓ

خاک بطحا جن کی عظمت پر گواہ ہے جان من

ذرے ذرے کی زباں پر داستان بو ترابؓ

وقتِ ہجرت بسترِ آقاؐ ہوا جن کو نصیب

اوجِ عظمت پر ہے یا رب کہکشان بوترابؓ

علم وحکمت کا سمندر اور ہے بحرِ سخا

چشمۂ جود وعطا ہے بس مکانِ بوترابؓ

رحم کر فانیؔ پہ یارب چار یاروںؓ کے طفیل

منقبت میری ہو یہ شایانِ شانِ بوترابؓ

مدحت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم

نبی پر فدا ہیں صحابہؓ صحابہؓ
مجسم رضا ہیں صحابہؓ صحابہؓ
عجب دلربا ہے صحابہؓ صحابہؓ
قرآن پر گواہ ہیں صحابہؓ صحابہؓ
خیار الوریٰ ہیں صحابہؓ صحابہؓ
بدورِ دجیٰ ہیں صحابہؓ صحابہؓ
ہدایت کے پیکر صداقت کے مظہر
محبت نما ہیں صحابہؓ صحابہؓ
یہ قرآں کے جامع یہ سنت کے حافظ
وہ رنگین ادا ہیں صحابہؓ صحابہؓ
سہے بہرایماں مصائب ہزاروں
سراپا وفا ہیں صحابہؓ صحابہؓ
تبوک و حنین میں معرکۂ بدر میں
جگر آزما ہیں صحابہؓ صحابہؓ
یہ سب آسمانِ نبوت کے تارے
نجومِ ہدیٰ ہیں صحابہؓ صحابہؓ

(۲۳ستمبر ۸۵ء)

قطعه

ساقی یہ میکدے میں تشنہ لبی کے شکوے

کچھ بے وجہ نہیں ہے الزام میگساراں

اب عام ہیں بنام کم ظرف تیرے قصے

لازم ہے تجھ پہ ساقی اکرامِ میگساراںؔ

﴿غزل﴾

نوجوانِ خام سوزے سخنم تمام سوزے
غزلے کہ می سرائم تبو سازگار بادا

اقبالؒ

عجب آں نیست کہ اعجازِ مسیحا داری
عجب این ست کہ بیمارِ تو بیمار تراست

اقبالؒ

O

محفل صاحبدلاں میں دلکشا کوئی نہ تھا
اہل زر کے دیس میں درد آشنا کوئی نہ تھا

طعنہ ہائے گمرہی ہم سہہ رہے تھے رات دن
راہ پر جب آگئے تو رہنما کوئی نہ تھا

ہم تڑپتے رہ گئے نقشِ کف پا کے لیے
جانبِ منزل مگر اک راستہ کوئی نہ تھا

چل دیے سوئے بیاباں جب جنونِ شوق میں
وسعتِ صحرا میں کوسوں دوسرا کوئی نہ تھا

دیکھ لی ہیں خلوتوں میں جلوتوں کی لذتیں
شامِ غم کی تیرگی میں ہمنوا کوئی نہ تھا

کیوں مشامِ روح میری مضطرب ہے اے سحر
رہگذر میں تیری اے بادِ صبا کوئی نہ تھا

چارہ سازوں میں وفا جنسِ گراں ہے فانیاؔ
سینہ چاکانِ جنوں میں بے وفا کوئی نہ تھا

(۸ جون ۸۶ء)

O

O

خون ہوا پروانوں کا
شمع کے دیوانوں کا

میرے دل کا حال نہ پوچھ
لاشہ ہے ارمانوں کا

دشتِ بلا سے کیا ڈر ہے
عادی ہوں ویرانوں کا

سب کا ہے یکساں انداز
اپنوں کا بیگانوں کا

تشنہ لبی ہے عام ہر سو
چرچا ہے میخانوں کا

کون ہے وہ منظورِ نظر
ساقی کے پیمانوں کا

اپنے سر پر تیشہ زنی
کام نہیں فرزانوں کا

تجھ کو کیسے علم ہوا
میرے ان افسانوں کا

حشر وہ ہم نے دیکھ لیا
خون کے اُن نذرانوں کا

بحرِ وفا ہے یہ فانی
خطرہ ہے طوفانوں کا

(۸جنوری ۸۸ء)

O

یہ رُخ زیبا سحر پہ زلف تیری شام ہے
تیرے چہرے میں نظامِ گردشِ ایام ہے

آج بزمِ غیر میں آئے ہیں وہ اس شان سے
بے تکلف دید کا گویا صلائے عام ہے

شہر میں تیرے نہ جانے اب مرا چرچا ہے کیوں
ہر کسی کے لب پہ میرا ذکر میرا نام ہے

پہلے تھی اک بے قراری اب سکوتِ بیکراں
وہ مرا آغاز تھا اور یہ مرا انجام ہے

میرے دل کے آئینہ کے ٹوٹنے کی تھی صدا
وہ سمجھتا ہے یہ آواز شکست جام ہے

میں ہی محرومِ تمنا تشنہ کام دید ہوں
میکدے میں ورنہ فیضِ ساقئ گلفام ہے

آج قاصد سے ملا تو رو کے مجھ سے یوں کہا
جو پیام اس نے دیا ہے موت کا پیغام ہے

اب وہ مانے یا نہ مانے اس سے کچھ مطلب نہیں
بس ہمیں تو عرض حال دردِدل سے کام ہے

ان کے ہاں فانؔی ذرا دیکھو بھی اپنا اعتبار
آہ کھینچی ہے کسی نے تجھ پہ ہی الزام ہے

(۱۲اگست ۸۶ء)

O

O

اس دل پہ ہر اک وار کا قصہ دراز ہے
ضبط غم و اظہار کا قصہ دراز ہے

شب ہائے ہجر کی وہ ستم رانیاں نہ پوچھ
شبہائے ہجر یار کا قصہ دراز ہے

روشن ہے جس کی یاد سے ویرانۂ خیال
اس شاہد بے زار کا قصہ دراز ہے

فرقت زدوں کے حال پہ روتا ہے آسماں
اس دیدۂ خون بار کا قصہ دراز ہے

عالم ہے میرے خونِ تمنا کا نرالا
زخمِ نظرِ یار کا قصہ دراز ہے

لب پر نہیں شکایت بے گانہ نگاہی
ساقی ترے میخوار کا قصہ دراز ہے

یہ کوچۂ جاناں نہیں یہ دشت جنوں ہے
اس وادیٔ پُرخار کا قصہ دراز ہے

(۲۸ فروری ۸۸ء)

O

O

شوخی رفتار اپنے نازبرداروں سے پوچھ
تلخی راہ محبت عشق کے ماروں سے پوچھ

زاہدا تم نے چکھا ہے زہد و طاعت کا مزہ
لذت جرم محبت ہم گنہ گاروں سے پوچھ

خود بخود معلوم ہوگی تجھ کو تاثیر نظر
اے غزالیں چشم اک دن اپنے بیماروں سے پوچھ

شمع رُخ پر جو فدا ہوتے رہے بسمل بجاں
ماجرائے بزم دوشیں شعلہ رخساروں سے پوچھ

شکوہ صیاد سے بر ہم ہیں کیوں اہل چمن
قیمت آوارگی کچھ ان گرفتاروں سے پوچھ

دشت و صحرائے وفا میں آبلہ پا کون ہے
قصۂ صحرانوردی ہم وفاداروں سے پوچھ

کرتے ہیں وہ بوالہوس کائنات دل کی بات
جن کی دنیا لٹ چکی ہے ایسے بے چاروں سے پوچھ

دیر و کعبہ چھوڑ کر فانؔی تمہارے بزم میں
کس طرح آئے ہیں ساقی یہ بھی میخواروں سے پوچھ

(۱۱ اکتوبر ۱۹۷۸ء)

O

O

اے آسماں برس مرا ساجن اداس ہے
اس غم میں نرگس و گل وسوسن اداس ہے

ہے کیوں خزاں رسیدہ یہ دنیائے آب و گِل
گلشن اداس ہے گل و گلبن اداس ہے

اک نظر کرم ہو کہ ہے محروم تجلی
یہ دل مرا یہ وادیٔ ایمن اداس ہے

وہ رُخ کہ جو ہے نازشِ خورشید و کہکشاں
اللہ آج وہ رُخ روشن اداس ہے

اے بیکراں سکوت وہ وحشت کہاں گئی
آزردہ گریباں ہے یہ دامن اداس ہے

لیلائے زندگی کے ہیں بے کیف اشارے
یہ دل یہ حسرتوں کا نشیمن اداس ہے

فانؔی ہی نہیں گردش دوراں سے نالہ ریز
ہاں زلف یار کی ہراک الجھن اداس ہے

(۱۲ستمبر ۸۶ء)

O

O

وہ تبسم زیرِ لب وہ خندہ پیشانی نہیں
ہم پہ اب لطف وکرم کی وہ فراوانی نہیں

آج پژمردہ ہے کیوں وہ میرا لیلائے حسیں
عکس مہتابی میں اللہ !نور و تابانی نہیں

ایک طوفانِ بلا ہے یہ ترا پیہم سکوت
گرم گفتاری نہیں وہ گوہر افشانی نہیں

یہ مرا دل یہ خرابہ یوسفستا ں ہی تو ہے
یاد تیری کیا اسی میں ماہ کنعانی نہیں

کس طرح ہونگی یہاں اب عشق کی نیرنگیاں
حسن کی عشوہ طرازی فتنہ سامانی نہیں

میرے دل پر درد و غم کا رقص سیمابی تو دیکھ
گو کہ چہرے سے عیاں میرے پریشانی نہیں

کتنے دل ہیں تیرے عارضِ زلف و کاکل کے اسیر
پھر بھی کہتے ہیں میرا کوئی بھی زندانی نہیں

سبحہ گردانی نہیں بس ذوق ایمانی کا نام
جب ترے سینے میں زاہد سوز سلمانی نہیں

ہر کوئی کہتا ہے وہ معصوم صورت دیکھ کر
یہ فرشتہ ہے کوئی یہ شکل انسانی نہیں

اب دلِ صد چاک کی فانی مسیحائی نہ کر
اب جہان دل میں باقی کیف وجدانی نہیں

(۱۳۱ اکتوبر ۸۶ء)

O

O

رہروانِ شوق ہے ہم رہنما ہو یا نہ ہو
منزل مقصود کا ہم کو پتہ ہو یا نہ ہو

میں قفس میں بھی کہوں گا حال و رودادِ چمن
کوئی میرا ہم زباں یا ہم نوا ہو یانہ ہو

چارہ سازی چھوڑ دی ہم نے جنون عشق کی
اس مرض کی چارہ گر کوئی دوا ہو یا نہ ہو

دشت پیمائی نے پہنچایا تمہارے شہر میں
راس ہم پر اب یہی آب وہوا ہو یا نہ ہو

میں سنا کرتا رہوں گا ماجرائے درد دل
اپنا انداز بیاں رنگیں ادا ہو یا نہ ہو

کیوں گلے شکوے کروں ہم کو مناجاتوں سے کام
کیا غرض اس سے جو تاثیر دعا ہو یا نہ ہو

کشتی امید پہنچے گی کنارے پر ضرور
''ماخدا داریم مارا نا خدا ہو یا نہ ہو''

''یا بم اورایانہ یابم جستجوئے میکنم''
اے دل بیتاب تجھ میں حوصلہ ہو یا نہ ہو

اب تو ہے صیاد کی مرضی جسے کردے رہا
تیرا عنوانِ فغاں فانؔی جدا ہو یا نہ ہو

(۴فروری ۱۹۸۶ء)

O

O

بدلیں گے انداز تیرے یہ کبھی سوچا نہ تھا
دل نے اے جانِ تمنا یہ ستم دیکھا نہ تھا

اپنی قسمت سے گلہ تھا ان سے کچھ شکوہ نہ تھا
اس حسین پیکر نے میرے عشق کو سمجھا نہ تھا

زندگی میں پیش آئے ہیں حوادث نو بہ نو
اب کے جو طرز جنوں ہے پہلے تو ایسا نہ تھا

ہائے ان فرقت کے لمحوں میں وہ حدّت خوں کی
تن میں ایسی رگ نہ تھی جس میں شرر بھڑکا نہ تھا

تجھ سے میں کیوں دور ہو جاؤں کہیں گے کیا یہ لوگ
چاند تھا لیکن قریب اس کے کوئی تارا نہ تھا

کس کو ہم آخر سناتے قصۂ سوز جگر
تھی بھری محفل مگر اک بھی جگر والا نہ تھا

فانیؔ بیچارہ اب احوال دل مت پوچھئے
بجلیوں کے گھر میں پہلے ایسا اندھیرا نہ تھا

(۱۰فروری ۸۵ء)

O

O

گوہر نایاب جنس خام لے کرآئے ہیں
محفل زر میں دل بے دام لے کرآئے ہیں

یہ وفورِ شوق ہے یا عشق کی دیوانگی
میکدہ میں ہم شکستہ جام لے کرآئے ہیں

ساقیاتم بھی پیو کچھ درد کی لذت کو دیکھ
شیشۂ دل میں مئے گلفام لے کرآئے ہیں

تلخیٔ ساغر پہ تجھ کو ناز ہے پیر مغاں
ہم بھی یاں پر تلخیٔ ایام لے کرآئے ہیں

اشک کی رعنائی نے بخشی ہے آنکھوں کو جلا
ہم زمانے کو نیا پیغام لے کر آئے ہیں

(۱۰ستمبر۸۰ء)

O

ہمیں معلوم ہے رسوا تو ہوگا
ہمارے نام کا چرچا تو ہوگا

زمانے نے ذرا اے ہم صفیرو
مرا رنگ وفا دیکھا تو ہوگا

نہ ڈھونڈو صاحب سنگِ ملامت
شناسا اپنا وہ چہرہ تو ہوگا

گریباں چاک ودامن ترجگر خون
مری حالت پہ وہ رویا تو ہوگا

مری وقعت ہے کیا ان کی نظر میں
تجھے اے دل یہ اندازہ تو ہوگا

چلو تلخابۂ غم بھول جائیں
درِ میخانہ فانؔی وا تو ہوگا

(۲۰ اکتوبر ۸۶ء)

O

مجھے اقرار ہے اپنی خطا کا
کہ شکوہ کرلیا تیری جفا کا

صف ِ دشمن میں ہے وہ دلربا بھی
صلہ اب یہ ملا اپنی وفا کا

لئے پھرتا ہوں اپنے دل کے ٹکڑے
یہ تحفہ ہے مرے دردِ آشنا کا

بوقت صبحدم یاد آئی ان کی
کہ جھونکا تھا کوئی بادِ صبا کا

تمہاری ہر ادا ہے قاتل جاں
کروں دعویٰ میں کس پر خوں بہا کا

ترستی ہیں نگاہیں ان کو فانیؔ
پتہ ملتا نہیں اس جان فزا کا

(۲۳فروری ۱۹۹۱ء)

○

کس کو تری معصوم جفاؤں سے گلہ ہے
صد شکر یہی میری وفاؤں کا صلہ ہے

ویرانۂ دل میں رہی اس طرح تیری یاد
صحرا میں جیسے کوئی حسین پھول کھلا ہے

کرتا نہیں شکایت بے مہریٔ دوراں
اس درد سے اے دوست مرے عشق کو جلا ہے

ہے رشک کناں جاہ وجلالِ سکندری
اس فقر پر جو تیرے گداؤں کو ملا ہے

دزدیدہ نگاہوں میں نہاں مہر ہے فانی
اب دولت شاہی سے فزوں میری ولا ہے

(۴ اکتوبر ۸۹ء)

○

ان کے کوچے سے مگر گزرے نہ تھے پہلے کبھی
ہم کسی منزل پہ یوں ٹھہرے نہ تھے پہلے کبھی

آج ان کو میرا انداز جنوں اچھا لگا
اس قدر جی بھر کے وہ ہنسے نہ تھے پہلے کبھی

اپنے دل کے آئینہ کی کرچیاں چنتا رہا
دل کے ٹکڑے یوں مرے بکھرے نہ تھے پہلے کبھی

آج رنگ مہر اُن نامہرباں آنکھوں میں ہے
ورنہ وہ نالے مرے سنتے نہ تھے پہلے کبھی

آج ان کا ہو گیا ویران گلیوں سے گزر
یوں مرے دیوار و در مہکے نہ تھے پہلے کبھی

ان کی مست آنکھوں میں فانیؔ تھا محبت کا خمار
ورنہ ساغر سے تو ہم بہکے نہ تھے پہلے کبھی

(یوم العرفہ ۱۴۱۰ھ)

O

جمع تھے جو چند فراز نے تو وہ بھی ساتھ تھا
سن رہے تھے میرے افسانے تو وہ بھی ساتھ تھا

میں نے جب رکھا اسی کوئے ملامت میں قدم
لوگ مجھ کو آئے سمجھانے تو وہ بھی ساتھ تھا

زندگی کے تلخ لمحوں اور مشکل وقت میں
بن گئے اپنے جو بیگانے تو وہ بھی ساتھ تھا

یہ تھی میری بدنصیبی جب ہجوم دوستاں
مجھ پہ ٹوٹا اف ستم ڈھانے تو وہ بھی ساتھ تھا

وائے حسرت سوچ فانؔی اس شنا سا شہر میں
ہوگئے احباب انجانے تو وہ بھی ساتھ تھا

(۲۸ستمبر ۱۹۸۹ء)

O

O

خوشبو کی برسات کے ساتھ آ دل کی ویراں بستی ہے
یادوں کی سوغات کے ساتھ آ دل کی ویراں بستی ہے

یاد ہے مجھ کو اب بھی وہ دزدیدہ نظر پیمانِ وفا
انہی حسیں لمحات کے ساتھ آ دل کی ویراں بستی ہے

تو نے ہم سے کیوں منہ موڑا دل یوں توڑا کس سے جوڑا
وصل کے اب نغمات کے ساتھ آ دل ویراں بستی ہے

اب یہ گلشن بادِ خزاں کی زد میں ہے اے رشکِ چمن
پھولوں کی بارات کے ساتھ آ دل کی ویراں بستی ہے

وعدے کی وہ رات ہے فانؔی دیدہ پر نم میں ہردم
وعدے کی اس رات کے ساتھ آ دل کی ویراں بستی ہے

(اکتوبر ۸۹ء)

O

O

تیری گلی کا آوارہ دنیا میں بدنام ہر سو
تو نے جس کو دھتکارا پھرتا ہے ناکام ہرسُو

کس کے لیے میخانے ہیں کس کیلئے پیمانے ہیں
کس کے لیے ہے جام وسبو تشنہ لبی ہے عام ہرسو

ساز پر آواز نہیں سرِ محبت راز نہیں
دل کی قیمت نا پوچھو جنس ہے یہ بے دام ہرسو

رِیت ہے ان کی جور جفا عشق کی فطرت مہر ووفا
دنیا والے کیا جانیں ہم پر ہے الزام ہرسُو

بادہ الفت عام رہے گردش میں یہ جام رہے
اہل وفا ہیں ہم فانیؔ پہنچے یہ پیغام ہر سو

(٦ فروری ۸۹ء)

O

O

دل میں لے کر تجھ سے امید کرم آیا ہوں میں
چاک دامن شق جگر با چشم نم آیا ہوں میں

تیرے سنگِ آستاں پر سر ہے خم آیا ہوں میں
کشتہ ء بیداد و مرہونِ ستم آیا ہوں میں

اب نگاہِ یار کے تیور ہیں کچھ بدلے ہوئے
ان کے وہ الطاف ہیں اب کم سے کم آیا ہوں میں

اے مری جان تمنا جان دل جان وفا
اس گلی میں بے نیاز پیچ و خم آیا ہوں میں

کس قدر مجھ کو ملا کوئی ملامت میں سکوں
اب نہیں اندیشہ دردو الم آیا ہوں میں

پیر میخانہ یہی باغ ارم ہے چیز کیا
میں نے چھوڑا سایہء دیر و حرم آیا ہوں میں

دیکھ فانیؔ! بس یہ ہے معراج الفت دہر میں
میرے سر پر تو نے گر رکھا قدم آیا ہوں میں

(۲۷ستمبر ۸۹ء)

O

O

داغِ دل یہ یار جانی اور ہے
ماجرائے خون فشانی اور ہے

یہ نہیں ہے قصہ لیلےٰ و قیس
درد کی میری کہانی اور ہے

خط مرا پڑھ کر ہوا محو سکوت
یہ ثبوتِ مہربانی اور ہے

اس گلی سے آگیا محروم دید
واں صدائے لن ترانی اور ہے

روز و شب کرتا ہوں تیرا ورد نام
یہ محبت کی نشانی اور ہے

زندہ ہوں لیکن شہید عشق بھی
یہ حیات جاودانی اور ہے

ہوں مرید میر وغالب شعر میں
پھر بھی لیکن رنگِ فانیؔ اور ہے

(۳ جولائی ۹۳ء)

O

O

زندگی کے بام ودر بے آسرا ہوتے گئے
ہر قدم پر کچھ حوادث رونما ہوتے گئے

جن شبستانوں میں سنتے ساز دل کی دھڑکنیں
رفتہ رفتہ وہ شبستاں بے صدا ہوتے گئے

تھا ہجوم رہرواں اک کاروان شوق میں
کچھ جدا ہوتے رہے کچھ آشنا ہوتے گئے

روز و شب گاتا تھا جو نغمے تمہاری یاد میں
وسعت صحرا میں وہ نغمے فنا ہوتے گئے

جن کو ہم نے ہی بتایا زندگانی کا سراغ
رفتہ رفتہ وہ ہمارے ہی خدا ہوتے گئے

آہ فانؔی اس سفینے میں ہیں ہم جس ناؤ کے
ہمزبانِ موجِ طوفاں ناخدا ہوتے گئے

(۸جون ۸۵ء)

O

دل بے مدعا لاؤں کہاں سے
نوائے بے صدا لاؤں کہاں سے

شب غم اور یہ تلقین خموشی
میں اتنا حوصلہ لاؤں کہاں سے

اثر سے ہیں مری خالی دعائیں
یہ تاثیر دعا لاؤں کہاں سے

تلاش چارہ گر میں سر گراں ہوں
وہی درد آشنا لاؤں کہاں سے

جو تیرے قرب کے باعث بنے میں
ستم گر وہ ادا لاؤں کہاں سے

نہیں ملتا کہیں اے جانِ فانیؔ
یہ نسخہ ضبط کا لاؤں کہاں سے

O

آہی گئے چند دیوانے
زلف خرد یوں سلجھانے

ان کی زباں پر بارالٰہ
میرے پریشاں افسانے

لذت درد عشق و جنوں
عقل بچاری کیا جانے

یہ ہے زمانہ مطلب کا
ہوگئے اپنے بیگانے

ہر سو جاری زر کا کھیل
کون ہمیں اب پہچانے

ہم سے شکایت ہم سے گلہ
بات بڑھائی دنیا نے

(۴ستمبر ۹۳ء)

O

کون رسوا ہوا
کس کا چرچا ہوا

جاں بھی ان کی ہوئی
دل بھی ان کا ہوا

آج وہ مہرباں
ہم پہ کیا ہوا

ان کا پیمانِ شب
عہد فردا ہوا

دل کی دنیا میں اک
حشر برپا ہوا

تم اچانک ملے
کیا تماشا ہوا

نقد جاں کے عوض

وہ نہ اپنا ہوا

قطرۂ خون دل

نذر دریا ہوا

ہم نے پورا کیا

جو تقاضا ہوا

(۲۰ جون ۹۳ء)

O

O

بے سہارا ناتواں دل کو سہارا چاہیے
جنبش ابروتمہاری اک اشارہ چاہیے

چار سو بیٹھے ہیں جاناں تیرے مشتاقانِ دید
ایک جلوہ ایک پرتو عالم آرا چاہیے

میری رسوائی کے چرچے ان کی محفل میں بھی تھے
داغ دل زخم نہاں اب آشکارا چاہیے

اے مسیحا آپ کی یہ بے رُخی نہیں
بہر بیمار الم کچھ تو خدارا چاہیے

ایک عرصے کے لئے گلشن بنے یہ دشت دل
وہ بہار آگیں تبسم گلعذارا چاہیے

تیری چوکھٹ پر سوالی آگیا فانیؔ حزیں
ڈوبنے والے کو ساحل یا کنارا چاہیے

(۱۹ جولائی ۹۳ء)

O

ان کی یادوں کے سہارے یوں بہک جاتا ہے دل
اس گل نرگس کی خوشبو سے مہک جاتا ہے دل

اس کے کوچے میں سوائے درد جاں کچھ بھی نہیں
لاکھ سمجھایا مگر پھر بھی بھٹک جاتا ہے دل

یوں ہمارے سامنے اب قصہ الفت نہ چھیڑ
شوقِ پیہم کی کہانی پر دھڑک جاتا ہے دل

اب تو یہ دل ہے بسان قطرۂ آب رواں
اے مریض دل نہ رو ورنہ ٹپک جاتا ہے دل

فانؔی بے چارہ حال دل بیاں کیسے کرے
اب تو کچھ کہنے سے پہلے ہی پھڑک جاتا ہے دل

(۳۰ ستمبر ۸۴ء)

O

O

نسبت سے تیری ہے مری توقیر نمایاں
ہر جا ترے جلووں کی ہے تنویر نمایاں

لیتا ہوں ترا نام بھری بزم بتاں میں
اس جرم کی اے جاں مری تعزیر نمایاں

اب حالِ دل زار نہ محتاج بیاں ہے
ماتھے پہ مرے کرب کی تصویر نمایاں

دل تھام کے بیٹھا رہا مغموم تھا وہ بھی
فریاد و فغاں کی مری تاثیر نمایاں

کوچے میں پڑے ہیں ترے عشاق ہزاروں
بس ان میں ترا فانؔی دلگیر نمایا

(۴ اگست ۹۳ء)

O

O

لمحہ لمحہ زندگی کا تیشہء فرہاد تھا
تیرے غم کے ماسوا ہر غم سے دل آزاد تھا

اب نہیں آتا یقیں ان کے کرم پر کیا ہوا
مہر میں ان کے نہاں اندیشہ بیداد تھا

ہم بڑھے جاتے تھے انجام سفر سے بے خبر
رک کے جب منزل پہ دیکھا کوچہء صیاد تھا

دل کی دھڑکن روز و شب یوں تیز تر ہوتی گئی
تیری یادوں کے سہارے یہ جہاں آباد تھا

اس سراپا ناز کی قاتل اداؤں پر نہ جا
دشمن جاں ہی ہمارا وہ ستم ایجاد تھا

گلشن ہستی پہ یوں بادِ خزاں چلتی رہی
برقِ غم کی زد میں میرا خانہ برباد تھا

تیری کم ظرفی سے نالہ ریز تھے ساقی سبھی
لب پہ ہر میکش کے فانیؔ نوحۂ فریاد تھا

(۳ جولائی ۱۹۹۳ء)

O

O

آ گیا سیلِ بلا اب دل پہ ٹل سکتا نہیں
ہالۂ اندوہ سے یارب نکل سکتا نہیں

چھین لی ہم سے زمانے نے متاع زندگی
بجھ چکا ہے اب چراغ آس جل سکتا نہیں

میرے ان کے درمیاں حائل ہے گردابِ انا
اپنے اس گرداب سے اب وہ نکل سکتا نہیں

بارہا پہنچا یہ دل دارو رسن تک یا خدا
اب صلیبِ ضبط پر لیکن مچل سکتا نہیں

مان لی ہے دل نے خود اپنی شکست آرزو
اب یہ دل جھوٹی تسلی سے بہل سکتا نہیں

کس طرح ٹوٹے گا یا رب حلقۂ زنجیرِ غم
آتشیں نالوں سے میرے وہ پگھل سکتا نہیں

ان کو بھی دعویٰ ہے اے فانیؔ جنونِ شوق کا
دو قدم اس دشت میں جو شخص چل سکتا نہیں

(۲۴ اکتوبر ۸۹ء)

O

O

آج وہ نا مہرباں بھی مہرباں دیکھا گیا

باثر نالہ مرا اے جانِ جاں دیکھا گیا

گلشن ہستی خزاں آلودہ آتا ہے نظر

برق غم کی زد میں اپنا آشیاں دیکھا گیا

جو کہ نازاں تھا بشان و شوکت زور و خرد

کار زار عشق میں وہ ناتواں دیکھا گیا

غیر سے ہو کیا شکایت دشمنوں کے ساتھ ساتھ

حلقۂ یاراں ہجوم دوستاں دیکھا گیا

یاد آتی تھیں وفائیں ان کو میری دم بدم

تربت عاشق پہ وہ محو فغاں دیکھا گیا

بوالہوس کے ہاتھ میں ہے عصمت و تقدیس عشق
بارہا یہ حسن اس پر نوحہ خواں دیکھا گیا

روز و شب ان کی طلب میں سرگراں پھرتے رہے
وہ تسلسل جہد کا بھی رائیگاں دیکھا گیا

اب وہ دیوانے نظر آتے نہیں یہ کیا ہوا
آج پژمردہ جبیں وہ دل ستاں دیکھا گیا

خود نہیں معلوم جس کو اپنی منزل کا پتہ
وائے نادانی وہ میرِ کارواں دیکھا گیا

شوقِ پیہم اور فانؔی ضبطِ غم کے باوجود
وہ حریم ناز ہم سے بدگماں دیکھا گیا

(۲۲ اگست ۹۳ء)

O

O

علاج اب کوئی کارآمد نہیں ہے
مری وارفتگی کی حد نہیں ہے

جنونِ عشق کا پہرہ ہے دل پر
خِرد میں اب وہ شدّ و مد نہیں ہے

زبانِ یار سے تعریف میری
کہ وہ بدنام ہے گو بد نہیں ہے

رقیب و یار کا یہ ربط باہم
یہ آنا جانا بے مقصد نہیں ہے

سکھاتا ہے ہمیں آدابِ الفت
کہ جو خود واقف ابجد نہیں ہے

دوائے درد جان و مرہم دل
مری تقدیر میں شاید نہیں ہے

غنیمت جان لو یہ اک گھڑی بھی
زمانہ وصل کا ممتد نہیں ہے

دفینہ حسرتوں کا ہے یہ جاناں
ترے فانیؔ کا یہ مرقد نہیں ہے

(۱۰ اگست ۹۳ء)

O

O

وہ محبت کی فضائیں یاد آتی ہیں مجھے
وہ تری رنگیں ادائیں یاد آتی ہیں مجھے

وہ شبِ ہجراں میں رونا وہ ہجوم یاس وغم
وہ شبستاں وہ نوائیں یاد آتی ہیں مجھے

ان سے جب بھی مانگتے اپنی وفاؤں کا صلہ
آہ وسنگیں جفائیں یادآتی ہیں مجھے

سوز و غم کرب والم درد جگر وہ چشم نم
اپنی الفت کی سزائیں یاد آتی ہیں مجھے

جن سے ہوتی تھی معطر نکہت بادِ نسیم
گیسوؤں کی وہ ہوائیں یاد آتی ہیں مجھے

تیری یادوں کا چراغاں ہجر کی راتوں میں تھا
وہ شبینے وہ ضیائیں یاد آتی ہیں مجھے

آہ وہ پرکیف لمحے وہ زمانائے وصال
وہ بہاریں وہ گھٹائیں یاد آتی ہیں مجھے

ہائے فانیؔ گردش دوراں کی کج رفتاریاں
حسرتوں کی وہ چتائیں یاد آتی ہیں مجھے

(۲۸ ستمبر ۸۴ء)

O

O

نازنینوں کی اداؤں پر نہ جا
ان کی دزدیدہ نگاہوں پر نہ جا

مہر میں بھی ان کی پنہاں قہر ہے
ظاہراً ان کی وفاؤں پر نہ جا

ہے فریب دیدہ مغرب کی چمک
ان ضیاؤں ان شعاؤں پر نہ جا

بے اثر ہوتا نہیں نالہ کوئی
میری بے تاثیر آہوں پر نہ جا

عمر بھر تڑپے گا ان کے زہر سے
گیسوؤں کی ان بلاؤں پر نہ جا

لے رہے ہیں ہم تو شاہوں سے خراج
ہم فقیروں کی نواؤں پہ نہ جا

گو معطر ان کی نکہت سے ہے دل
زلف برہم کی ہواؤں پر نہ جا

تکیہ کر فانی خدا کی ذات پر
سوچ لے ان ناخداؤں پر نہ جا

(۵ اگست ۹۳ء)

O

O

بہر سو رقص چشم حور شب جا ئیکہ من بودم
ہر اک وار ان کا تھا بھرپور شب جائیکہ من بودم

نگاہ ناز سے لبریز پیمانے پیئے ہم نے
رہی دنیائے دل مخمور شب جائیکہ من بودم

تجلی ہی تجلی تھی خوشا وہ محفل و منظر
ترا جلوہ چراغ طور شب جائیکہ من بودم

ادائے حسن کے غمزے نیاز شوق کے سجدے
کرم گستر بت مغرور شب جائیکہ من بودم

جنوں کو کامراں دیکھا خِرد کو سرگراں پایا
نرالے تھے وہاں دستور شب جائیکہ من بودم

رُخ زیبائے شمع پر فنا ہوتے تھے پروانے
رہی بزم وفا معمور شب جائیکہ من بودم

ہر اک محو تماشائے جمال یار تھا فانؔی
بنی محفل سراپا نور شب جائیکہ من بودم

(۱۳ اکتوبر ۷۸ء)

O

یہ غزل حضرت امیر خسروؒ کی زمین ''بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائیکہ من بودم'' پر لکھی گئی ہے۔

O

بے خودی خطرے میں ہے دیوانگی خطرے میں ہے
اے غمِ ہستی مری آوارگی خطرے میں ہے

دل کا تارا تھا حریفِ آفتاب و کہکشاں
آہ اس تارے کی اب تابندگی خطرے میں ہے

پھول جو ہم نے چنے تھے ان کے گیسو کے لیے
وائے قسمت ان گلوں کی زندگی خطرے میں ہے

دل کی خو سے واقفیت اتنی حاصل ہوگئی
اب ہماری عظمتِ شان خودی خطرے میں ہے

آج جو دیکھا یہ زاہد درمیان میکدہ
کچھ تو ہو لیکن مذاق بندگی خطرے میں ہے

اب نمایاں ہوگئے گلشن پہ آثار خزاں
سنبل و نرگس کی تروتازگی خطرے میں ہے

گردشِ دوراں سے فانیؔ اتنا اندازہ ہوا
ماہتابِ زندگی کی چاندنی خطرے میں ہے

(۹ جون ۸۵ء)

O

O

ماضی کے جھروکوں میں دیکھا رنگین نظارے یاد آئے
زخموں کے فوارے یاد آئے فرقت کے شرارے یاد آئے

گردابِ تمنا میں ہردم اک سوچ میں ڈوبا رہتا ہوں
سیلاب بلا بھی یاد آیا تنکوں کے سہارے یاد آئے

جو منزل منزل ساتھی تھے جو دشت وفا کے راہی تھے
وہ دوست پرانے یادآئے وہ درد کے مارے یاد آئے

اب وقت کی خونیں موجوں نے گھیرا ہے ہمیں اے جان وفا
اس عالمِ بے سامانی میں وعدے وہ تمہارے یادآئے

اب عہد وفا کو بھول بھی اب مہرووفا کی بات نہ کر
کیوں اے دلِ فانیؔ پھر تجھ کو وہ چاند ستارے یاد آئے

(۱۵جنوری ۱۹ء)

O

درد پنہاں کی کہانی خون دل سے لکھ گئے
دل کے اسرار نہانی خون دل سے لکھ گئے

دیکھتے ہیں نامہ بر ان کا بھی ہم ردِّعمل
ہم تو اپنی سرگرانی خون دل سے لکھ گئے

وہ سر مقتل نظر آتا ہے یاروں کا ہجوم
ماجرائے سخت جانی خون دل سے لکھ گئے

کشتگانِ عشق سے پوچھا جو منزل کا پتہ
اپنی منزل کی نشانی خون دل سے لکھ گئے

وہ بھی حسرت سے یہی کہتے ہیں بزم غیر میں
غم کا قصہ ہائے فانؔی خون دل سے لکھ گئے

۱۰ اکتوبر ۸۴ء

O

مرا شوق جبیں سائی نہ انداز نوا بدلا
مگر تیرا نہ اے ظالم یہ عنوان جفا بدلا

تغافل ان کی عادت ہے منا جاتیں مرا شیوہ
نہ وہ طرز ادا بدلے نہ میں رنگ دعا بدلا

کبھی تو مہرباں ساقی کبھی بے مہر بنتے ہو
رویہ آپ کا ہم سے خدارا بارہا بدلا

دیار حسن میں یارب یہ کیسا انقلاب آیا
ہے دستورِ جہاں ایسا کہ آئین وفا بدلا

زمانہ معترف ہے اب ہماری استقامت کا
نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے رہنما بدلا

لبوں پر بے تحاشا اک شکایت آ ہی جاتی ہے
کہ تیرا بھی مزاج دلبری اے دلربا بدلا

رہ الفت میں گو ہم پر بہت مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راستہ بدلا

زمانہ ہو گیا بچھڑا ہے وہ فانی مگر میری
تمنامیں نہ فرق آیا نہ حالِ دل ذرا بدلا

(یکم فروری ۱۹۸۶ء)

○

شائع شدہ ماہنامہ ''الخیر'' ملتان

O

ساقیا نظریں ملا میں پھر نہ شاید آ سکوں
آج جی بھر کے پلا میں پھر نہ شاید آ سکوں

اس قدر محرومیاں اپنے مقدر میں رہیں
کچھ نہیں ان سے گلہ میں پھر نہ شاید آ سکوں

ساری دنیا میں بُرا بس میں تری نظروں میں تھا
اب بُرا ہوں یا بھلا میں پھر نہ شاید آ سکوں

آج وہ اپنی وفائیں یاد آتی ہیں مجھے
کیا دیا ان کا صلہ میں پھر نہ شاید آ سکوں

جس نے رکھا تخمِ گل بے آب ریگستان میں
کب وہ گل پھولا پھلا میں پھر نہ شاید آ سکوں

اپنی وقعت کا تمہیں فاؔنی تو اندازہ ہوا
اب نہ اتنا دل جلا میں پھر نہ شاید آ سکوں

(۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء)

○

تشنہ ء لب ہے بوئے گل گیسو کو لہرانا ذرا
مضطرب ہے چاندنی چہرہ دکھا جانا ذرا

کیسے کیسے چشم و عارض خاک کی زینت بنے
گردش دوراں خدارا لوٹ کر آنا ذرا

صرف دو قطروں پہ میری تشنگی بجھتی نہیں
ساقیا جی بھر کے بھردے آج پیمانہ ذرا

لشکرِ فریاد و نالہ کے لیے میرے خدارا
وسعتِ صحرا بھی کم ہے اس کو پھیلانا ذرا

آج دل کے نام فانؔی سال نو کی یہ غزل
جان ِ من! موجِ حوادث سے نہ گھبرانا ذرا

(۲۶جنوری ۹۰ء)

O

آج جی بھر کے پلا اے پیر میخانہ مجھے
پھر نہ شاید آسکوں ترسے گا پیمانہ مجھے

اپنی محفل سے بنایا تو نے بیگانہ مجھے
لوگ کہتے ہیں تمہارے رُخ کا پروانہ مجھے

یہ دل بے تاب ہے اک تختۂ مشقِ ستم
نت نئے دکھ دے رہے ہیں آپ روزانہ مجھے

دربدر پھرتا ہوں میں تیری طلب میں سرگراں
کوئی سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے

بدلا بدلا سا نظر آتا ہے رنگ بزم یار
بے تکلف بات کہدے بے حجابانہ مجھے

اے خدائے لم یزل ہاں میں ہوں محرومِ ازل
بس زمانے نے دیا ہے غم کا نذرانہ مجھے

شوکتِ شاہی کی کیا ہے منزلت فانؔی کہ جب
مل گیا رتبہ گدائے کوئے جانانہ مجھے

(۲۵ مارچ ۱۹۹۱ء)

O

O

آج کل بدلا ہے نقشہ صورتِ حالات کا
اب یقیں آتا نہیں ان کو ہماری بات کا

وہ محبت خیز باتیں وہ کنارِ آب جو
ہے حسیں کتنا تصور ان حسین لمحات کا

دیکھ کر میرا وہ سیل اشک جو تھمتا نہ تھا
طنز سے کہنے لگا موسم نہیں برسات کا

دل کے لٹ جانے کی میرے دکھ بھری ہے داستاں
کون سنتا ہے وہی قصہ نہیں اک رات کا

دل میں اک ہنگامہ طوفاں بپا ہے ان دنوں
خود نہیں ادراک مجھ کو اپنے احساسات کا

ہم پہ فانیؔ ان کی بیگانہ نگاہی کے سبب
بیکراں ہوتا رہا یہ سلسلہ آفات کا

(۳ اکتوبر ۱۹۸۹ء)

O

وہ بہار آگیں تبسم خندہ پیشانی نہ تھی
اس جبینِ ناز پر پہلے سی تابانی نہ تھی

بعد مدت کے ملا ہے سایۂ دیوار ِیار
جستجو کو میری حاصل یہ تن آسانی نہ تھی

حسن کی جلوہ طرازی فتنہ سامانی ہے عام
اس سے پہلے خون دل کی اتنی ارزانی نہ تھی

دل کی بستی کے جو دیکھے اپنے یہ اُجڑے دیار
سامنے آنکھوں کے میری ایسی ویرانی نہ تھی

بہراظہارِ الم ان کو سنائی تو غزل
ان کی محفل میں مگر رسم غزل خوانی نہ تھی

اپنے سائے سے بھی ڈر لگتا ہے یارب کیا ہوا
وحشتِ دل میں کبھی اتنی فراوانی نہ تھی

آگئے احباب بہر پرسشِ احوالِ دل
وہ بھی کچھ کرتا یہی قسمت تری فانیؔ نہ تھی

O

○

کہاں عزمِ سفر ہے سوچ لینا
تجھے کچھ بھی خبر ہے سوچ لینا

یہ وادی پھول و شبنم کی نہیں ہے
یہ رستہ پُرخطر ہے سوچ لینا

نقابِ رُخ ہٹا لینے سے پہلے
مری پیاسی نظر ہے سوچ لینا

نہ سینچو اس کو خونابِ جگر سے
یہ بُوٹا بے ثمر ہے سوچ لینا

ادہر یہ عشق بھی شوریدہ سر ہے
خود آرا وہ اُدھر ہے سوچ لینا

فغاں بے سود ہے بلبل قفس میں
یہ نالہ بے اثر ہے سوچ لینا

وصال ودید پر فانیؔ نہ ترا
یہ عرصہ مختصر ہے سوچ لینا

(۲۶مارچ ۹۳ء)

O

O

ہم کو جینے کی جو حسرت تھی بڑی مہنگی پڑی
اس غم واندوہ میں یہ زندگی بڑی مہنگی پڑی

اک فریبِ آرزو ہے یہ جہانِ رنگ و بُو
نقشِ فانی کی بظاہر دل کشی مہنگی پڑی

آج انساں کی تباہی میں ہے اس کا اپنا ہاتھ
اس نئی تہذیب کی یہ روشنی مہنگی پڑی

ہے نقیب کربِ پیہم آئینہ دارِ غموم
اے دلِ ناداں ہمیں تو ہر خوشی مہنگی پڑی

ہر قدم پر رہنماؤں نے ہمیں دھوکا دیا
قافلے جس میں لٹے وہ رہبری مہنگی پڑی

تا بکے ہوگی تجھے فانیؔ مسیحا کی تلاش
اس دلِ صد چاک کی چارہ گری مہنگی پڑی

(۳۰ نومبر ۹۳ء)

O

نظر آتے ہیں ویرانے پُرانے
محبت کے وہ کاشانے پُرانے

یہ عہد نو ہے پیر میگساراں
اٹھاؤ اپنے پیمانے پُرانے

تمہاری بزم میں اے جانِ جاناں
وہ آئے تیرے پروانے پُرانے

غمِ دوراں غمِ جاناں کے مارے
وہ دیکھو اپنے دیوانے پُرانے

یہ طرزِ بے رُخی اچھی نہیں ہے
ہیں تیرے جانے پہچانے پُرانے

ہمارے ذکر پر جھنجھلا کے بولا
نہ چھیڑو یہ ہیں افسانے پُرانے

مری تشنہ لبی باقی ہے فانیؔ
نہیں ملتے وہ میخانے پُرانے

(۲۳ نومبر ۱۹۹۳ء)

O

اشعار

وہ بچھڑا تو اٹھا دنیائے دل سے
خیالِ زندگانی کا جنازہ

یہ دیکھو بھی ذرا بردوش تقدیر
محبت کی جوانی کا جنازہ

بہت ہی دھوم سے نکلا ستم ہے
حیاتِ جاودانی کا جنازہ

عجب دیکھا فلک نے یہ تماشا
یہ قبل ازمرگ فانؔی کا جنازہ

(۱۰ستمبر۱۹۸۶ء)

گوہر کو عقدِ گردنِ خوباں میں دیکھنا
کیا اوج پر ستارہ گوہر فروش ہے

(غالبؔ)

صرف دو آنسو بہت تھے شرح غم کے واسطے
کیا خبر تھی منتظر دریا کا دریا دل میں ہے

(ڈاکٹر عارفی)

باکہ گویم سر ایں معنی کہ نور روئے دوست
بادماغ من گل و با چشم موسیٰ آتش ست

(عرفی)

شہادت گاہ بالاکوٹ

۱۳ فروری ۱۹۸۷ء کو بندہ بالاکوٹ میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مزار پر حاضر ہوا' اس روح پرور اور کیف آگیں فضا میں یہ نظم موزوں ہوئی جو کہ اہل ذوق حضرات کی نذر ہے......فانی......

اے نسیم جاں فزا بادِ صبا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمین ہے ہاں ذرا آہستہ چل

یہ شہادت گاہ الفت یہ شہیدوں کی زمین
یہ فضا کتنی معطر یہ جہاں کیسا حسیں
ذرہ ذرہ اس کا اللہ ہمسر ماہ مبیں
اس کی عظمت پر ہے شاہد گردش چرخ بریں
ہرطرف سے آرہی ہے یہ صدا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمین ہے ہاں ذرا آہستہ چل

یہ وہ ذرّہ جس کو دیتے ہیں مہ و انجم خراج
لیتی ہے توقیر سے دنیا بھی اس کا نام آج
قوت باطل ہے اس کے سامنے روباہ مزاج
اس سے قائم دین قیم امت احمدؐ کی لاج

کس قدر وجد آفریں ہے یہ فضا آہستہ چل

یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

اس زمین پاک میں خوابیدہ وہ قدسی صفات

جن کے تقویٰ و تقدس پر ہیں شاہد شش جہات

پا لیا تھا ان وفا کیشوں نے رازِ کائنات

ان سے ہے وابستگی بس باعثِ فوز و نجات

ہیں یہاں وہ اہل دل اہل وفا آہستہ چل

یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

وادی کاغاں یہاں کے دشت و دامن کوہسار

کہہ رہے ہیں قصہ جوروستم دیوانہ وار

اور زبانِ حال سے گویا ہے دریائے کنہار

اس نے دیکھا ہے یہاں پر ذوق ایماں کا خمار

سن بھی لے یہ ماجرائے دلربا آہستہ چل

یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

یہ زمین تو اہل عرفاں سوختہ جانوں کی ہے

شمع حق پر مٹ چکے جو ایسے پروانوں کی ہے

گلشنِ توحید و سنت کے ثناخوانوں کی ہے

جو رہے دنیا سے غافل ایسے بیگانوں کی ہے

مل رہا ہے یاں پہ منزل کا پتہ آہستہ چل

یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

حشر اک اس کارواں نے ہر جگہ برپا کیا

نورِ حق سے عالم ظلمت کو رخشندہ کیا

ہر دل حق آشنا میں دردِ دل پیدا کیا

اور حنین و بدر کے اس عہد کو زندہ کیا

ہیں یہاں وہ حق پرست درد آشنا آہستہ چل

یہ شہیدوں کی زمین ہے ہاں ذرا آہستہ چل

درس حریت جہاں ملتا ہے یہ ہے وہ مقام

یہ وہ میخانہ ہے لٹتے تھے جہاں وحدت کے جام

ہیں یہاں آسودہ ایسے دین قیم کے امام

کر رہا ہے آسمان بھی جن کی سطوت کو سلام

ہے مقام صبر و تسلیم و رضا آہستہ چل

یہ شہیدوں کی زمین ہے ہاں ذرا آہستہ چل

ہے یہ خطہ کس قدر عہد آفریں تاریخ ساز

تذکرہ اس کا ہے کتنا دل کشا و دلنواز

یہ وہ خطہ جس پہ ہے اب ملت بیضا کو ناز

آسماں بھی جھک کے کرتا ہے یہاں راز و نیاز

یہ فضا ہے مہبطِ نور خدا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمین ہے ہاں ذرا آہستہ چل

ان کی عظمت واہ فانؔی مرتبہ ان کا بلند
فخر ان اسلاف پر کرتے ہیں اہل دیوبند
حق کے رستے میں کٹا ان ہستیوں کا بند بند
پھر بھی ان کو گالیاں دیتے ہیں چند بدعت پسند
رحمت حق ان پہ ہو صبح و مسا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمین ہے ہاں ذرا آہستہ چل

مطبوعہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک۔ بابت فروری ۱۹۸۷ء

رشک بتان آذری

تضمین برغزل حضرت امیر خسروؒ

اے خوش لقا خوش منظری خوش صورتی خوش پیکری
رخسار تو رخشندہ تر از آفتاب خاوری
از عرش تافرش زمیں تیری تجلی گستری
من عاشقِ زار شما ازسود و از تاواں بری
''اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتاں آذری''

اے وجہ تخلیق جہاں اے نازش پیغمبری
تجھ کو عطا یزداں نے کی سب عالموں پر برتری
کمتر زگردکوچہ ات جاہ و جلال قیصری
تشبیہ دوں کس سے تجھے کس کو ہے تاب ہمسری
''ہرچند وصفت میکنم درحسن زاں زیبا تری''

اس بزم آب وگل میں ہے بس آپ کی جلوہ گری
تجھ پر خدا نے ختم کی شان و شکوہ دلبری
اے رشکِ خورشید و قمر برگنبد نیلوفری

''تو از پری چابک تری وز برگ گل نازک تری

وز ہرچہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری''

بسمل من از ہجیراں شدم برحال خود نالیدہ دام

برمن نگہ کن دلربا درخاک و خوں غلطیدہ ام

اے گل عذارونازنین برزلف تو گرویدہ ام

''آفاقہا گردیدہ ام مہربتان ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیرے دیگری''

من ام شہید عشق تودارم حیات جاوداں

اے باعث تسکین دل درسینہ ام دردنہاں

نے قوتِ ضبط است مرانے طاقت شرح و بیاں

''اے راحت آرامِ جاں باقدچوں سروِرواں

زیں ساں مردودامن کشاں کارم جانم مے بری''

تیری طلب میں سرگراں پھرتا رہا ہوں دربدر

تیرے ہی دم سے ہے یہاں یہ گردشِ شام وسحر

تیری تجلی سے ہوئے خورشید و مہ تابندہ تر

''ہرگز نیا ید درنظر نقشے زرویت خوب تر

شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری''

حال پریشانم نگر اے درد لم سودائے تو
خواہم شراب انگبیں از ساغر و مینائے تو
اے شاہ خوباں امم درسینہ ام ماوائے تو
''عالم ہمہ یغمائے تو خلق خدا شیدائے تو
آن نرگس شہلائے تو آوردہ رسم کافری''
دنیائے دل مین ہر مری بس تیرے دم سے روشنی
ہرگز نہیں آتی کبھی میری محبت میں کمی
صورت ہیولی کی طرح ہم تم میں ہے وابستگی
''من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری''
فانی فقیرم بینوا از من چرا گشتی جدا
بے تو ندارم آسرا جان و دلم برتو فدا
اے دلربائے نازنین اے دلبراں را مقتدا
''خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہرشما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری''

(۱۹جولائی ۱۹۸۷ء)

مطبوعہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک۔ بابت اگست ۱۹۸۷ء

نذر اقبالؒ

تھے عالم اسلام پہ ادبار کے حالات
یورپ کو سمجھنے لگا بس قبلۂ حاجات
جب امتِ مرحوم ہوئی دین سے بیزار
تقدیر نے دی ملت بیضا کو یہ سوغات
دانائے راز صورت اقبال آ گیا
بتلائے اس نے قوم کو ملی تشخصات
اک عہد فیضیاب تری فکر سے ہوا
مسلم کو دیا درس خودی درس مساوات
تو حافظؒ و رومیؒ کے تصور کا امیں ہے
مشرق کے لئے باعث صد فخر و مباہات
سنائی و عطار کے مسلک کا راز داں
رازیؒ کے غزالیؒ کے ترے سامنے دن رات
تیری نگاہ دیدۂ بینائے وطن ہے
قسام ازل نے تجھے بخشے ہیں کمالات

نظروں میں تری ہیچ ہے یہ دانش افرنگ
مغرب کا مفکر ہے فقط پیرخرابات

ہاں ناز تجھے فلسفہ دانی پہ بجا ہے
تو بے نیاز حکمت و قانون و اشارات

فانی گم ان کی ذات میں تسلسل آفاق
ہے وجد میں رقصاں تری صہبائے خیالات

(٦نومبر ١٩٩١)

بابری مسجد

اجودھیا میں جب جنونی ہندوؤں نے تاریخی بابری مسجد کے گنبدوں کو نقصان پہنچایا' یہ نظم اس تناظر میں موزون ہوئی۔ (فانیؔ)

بابری مسجد ہے محوِ نالہ و فریاد آج
عظمت رفتہ کی آتی ہے اسی کو یاد آج
ہے اسی کے سامنے دورِ ستم ایجاد آج
ہے گوارا کیسے مسلم کو یہی بیداد آج
چند ہندو آج اس کے گنبدوں پر چڑھ گئے
ہاتھ کچھ ناپاک اس معبد کی جانب بڑھ گئے
مسلم ہندی اسی پر مر مٹا پروانہ وار
سرفروشوں کی قطاریں لگ گئیں دیوانہ وار
اس کے ناموس و تقدس پر لڑے مردانہ وار
حاکمانِ عالم اسلام بھی بیگانہ وار

دیکھتے تھے یہ تماشا غافل و مدہوش تھے
قتل مسلم اور کشت و خون پر خاموش تھے
ساکت و جامد رہی یہ مجلس اقوام تک
برہمن کو اُف نہ بھیجا دکھ بھرا پیغام تک
غیرت حق سے ہے عاری عالم اسلام تک
اس میں جراَت ہی نہیں ظالم کو دے الزام تک
یا خدا جذبہ نہیں اب قوم میں ایمان کا
پھر بنا مسلم کو حامل عظمت قرآن کا
بیتِ مقدس ہو کہ اقصیٰ ہو کہ مسجد بابری
ان کی رفعت پر ہے شاہد گنبد نیلوفری
ہمسری کے مدعی ہیں اب بتان آذری
درپئے آزار ان کی آج سحر سامری
دشمن دیں ہے یہودی اور ہندو سامراج
یا خداوندا تو رکھ لے ملت بیضا کی لاج
کہتے ہیں یہ رام کی ہندو جنم بھومی رہی
اس وقت جب شاہ بابر کی یہاں شاہی رہی
اس کو حاصل ہند میں ہرطرح آزادی رہی
یہ جگہ بس اس کی نظروں میں کھٹکتی ہی رہی

اس نے ڈھایا اس دھرم کو ایک مسجد کے لئے
کوہ غم توڑا ہمیں پر اپنی معبد کے لئے
کیا ضروت شہ ظہیرالدین کو آخر پڑی
جس نے مندر کو یوں توڑا اور یہ حرکت بھی کی
کیوں زمیں کے واسطے اس کو کمی دولت کی تھی
عقل آمادہ نہیں اس بات پر ہوتی کبھی
یہ تو فانی شاہِ مسلم پر ہے بہتان جلیل
پیش کرسکتے نہیں تاریخ سے اس پر دلیل

(۳۱مارچ۱۹۹۱ء)

☆☆☆

مطبوعہ ''الحق'' جلدنمبر۲۶ شمارہ اکوڑہ خٹک

قبلہ گاہ محترم

(علامہ عبدالحلیم رحمہ اللہ کی یاد میں)

اے مرے مرحوم والد قبلہ گاہِ محترم
تیری تربت پہ کھڑا ہوں پیکر و تصویر غم

بن ترے میرے لئے سونی ہے بزم کائنات
اور ویرانہ ہے میرے سامنے باغِ اِرم

جان کی بازی لگائی بہرِ ترویج علوم
جادۂ منزل ہے گویا آپ کا نقش قدم

تو نے مجھ ناچیز کو بخشا ہے ذوق آگہی
ورنہ کس قابل تھا یہ اک ذرہ دشتِ عدم

مجھ کو سمجھانا کبھی الفت بھرے انداز میں
یاد آتی ہیں ادائیں وہ تمہاری دم بدم

تیرے خوانِ علم سے زلہ ربائی میں نے کی
یہ نصیب اللہ اکبر ہے انعام ذوالحکم

حشر تک اس گلشن جنت میں آسودہ رہے
تیرے فیضانِ نظر سے مجھ پہ ہے رب کا کرم

آہ وہ مدح نبیؐ اوصاف یاران رسولؐ
کب سنائے گا ہمیں بادیدۂ پر آب و نم

اب کہاں وہ بزمہاوحلقہ ہائے علم و فن
حسرتا! ایسی محافل سے ہوئے محروم ہم

فانؔی بیچارہ اُف یہ کون زیرخاک ہے
درحقیقت نازشِ اہل عرب فخرِ عجم

تیری تربت پر چراغ طور نور افشاں رہے
حشر تک تو ہم نشین رحمت یزداں رہے

☆☆☆

"الحق" اکوڑہ خٹک۔ فروری ۱۹۸۵ء

نذرِ عقیدت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

اپنے بزرگوں، اسلاف، اساتذہ کرام، احباب، اور دیگر زعماء کے سانحہ ہائے ارتحال پر بندہ کے مرثیوں پر مشتمل، ایک مستقل کتاب زیر طبع ہے (اب وہ کتاب داغہائے فراق کے نام سے شائع ہو چکی ہے) یہ مرثیہ بطور تبرک (حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام کی وجہ سے) پیش خدمت ہے۔ (فانیؔ)

آہ پھر گل ہوگیا ہے بزم ہستی کا چراغ
یعنی شیخ زکریاؒ وہ حضرت عالی دماغ

نازش و فخر وطن تھے شاہ ہفت اقلیم دیں
روز وشب تبلیغ سے ہرگز نہ تھا ان کو فراغ

عمر بھر جن سے رہی میخانہ وحدت میں دھوم
اب نہیں ملتا مجھے ان فاقہ مستوں کا سراغ

ہم غریبوں پر گزرتی کیا ہے اے ہمدم نہ پوچھ
شق گریباں دل تپاں ہیں اور سینوں پر ہیں داغ

جنت بقعی میں آسودہ ہے وہ قطبِ زمن
زیرِ دامانِ نبی خاموش تابندہ چراغ

ہو گئی ہجرت قبول ان کی درِ غفار میں

حشرت تک سویا رہے گا مہبط انوار میں

اے زمین طیبہ تیری گود میں ہے محوِ خواب

عاشقِ ختم الرسلؐ دانائے اسرارِ کتاب

کر دیئے آباد ویرانے خدا کے ذکر سے

ہو گئے دین آشنا وہ مست رندانِ شراب

مشرق و مغرب میں پھیلایا خدا کے دین کو

ان کے فیضانِ نظر سے ایک دنیا فیضیاب

ناتواں پیکر تھا لیکن تھا سراپا سوز عشق

کر دیا پیدا دلوں میں اضطراب و انقلاب

آہ اے پیر فلک اور آہ اے چرخِ بریں

اٹھ گیا عالم سے علم و فضل کا وہ ماہتاب

حلقہ ہائے علم وفن میں شورِ موج اضطرار

اور بزم زیست ہے بے کیف و رنگ بے آب و تاب

اس کا ہر بُن مو ہو یارب جنت الفردوس میں

اور ہو خلد آشیاں اے مالک یوم الحساب

فآنی بیچارہ ان کی موت پر وقف ملال
یہ جہان علم و حکمت آفتاب و ماہتاب
جن کی محفل میں ملا کرتا تھا جامِ انگبیں
بن گئیں وہ ہستیاں شہر خموشاں کے مکین[1]

(۱۰مارچ ۸۴ء)

☆☆☆

شائع شدہ ماہنامہ ''الخیر'' ملتان مئی ۸۴ء اقراء ڈائجسٹ کراچی

خال خال!!

آپ جیسے عارضِ تاباں منور خال خال
یہ نزاکت یہ ادا اور یہ تبختر خال خال

ہر کوئی کرتا ہے دریا کے تموج سے گریز
جو تلاطم آشنا ہیں وہ شناور خال خال

جاہ و حشمت کے سکندر تو ہزاروں ہیں یہاں
عالم صبر و قناعت کے سکندر خال خال

سوز و ساز عشق کے ہیں مدعی لاانتہا
کشتگانِ تیغ الفت ایسے خود سر خال خال

جو بھی پتھر ہے وہی تو درِّ ناسفتہ نہیں
جو عقیق و لعل ہیں وہ در وہ گوہر خال خال

ہم کو دعوی خود ستائی کا نہیں فانؔی مگر
ملتے ہیں دنیا میں ہم جیسے قلندر خال خال

(۲۱ نومبر ۱۹۸۶ء)

بابری مسجد کی شہادت پر

ہر قدم پر خون کی ندی خدایا بہہ گئی
اور یہ چشمِ فلک حیرت زدہ ہی رہ گئی

آسماں کو حق یہ حاصل ہے کہ برسائے لہو
بابری مسجد نجس ہندو کے ہاتھوں ڈھ گئی

مسلمِ خوابیدہ ہنگامِ خموشی یہ نہیں
غیرتِ ملّی ہمیں کیا کیا سنا کر رہ گئی

زخمِ بیت مقدس و اقصیٰ ابھی تازہ ہی تھا
وہ مصیبت ملتِ بیضاء تو کیسے سہہ گئی

میری بربادی کا نقشہ دیکھنے والو سُنو!
مسجد بابر وہ فانؔی بات آخر کہہ گئی

الجہاد اللہ اکبر ہے لعینوں کا علاج
کس طرح پھر بھاگتا ہے دیکھ ہندو سامراج

(۹ دسمبر ۹۲ء)

مطبوعہ ''الحق'' جلد ۲۸ شمارہ نمبر ا

اے خطۂ کشمیر

وادیٔ کشمیر میں نہتے مسلمان عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں پر بھارتی افواج کی بربریت اور اقوام عالم کی مجرمانہ خاموشی کے تناظر میں یہ نظم موزوں ہوئی۔ (فانیؔ)

تُو عکس دلآویزی و تو حسن کی تصویر   اے خطۂ کشمیر
اللہ نے بخشی ہے تجھے عزت و توقیر   اے خطۂ کشمیر

تو خطۂ شاداب ہے فردوس بریں کا   مہتابِ مبیں کا
تو درّہ زرخیز اسی پاک زمیں کا   اس ملک حسیں کا
تو نغمۂ توحید ہے ارباب یقیں کا   تو فخر ہے دیں کا
مردانِ شجاعت کے لیے نعرۂ تکبیر   اے خطۂ کشمیر

عُشاق وطن کے لیے تو ماہ جبیں ہے   محبوب حسیں ہے
تو رشک قمر باعث صد ناز زمیں ہے   یہ مجھ کو یقیں ہے
تجھ سا نگاہِ عشق میں کوئی نہ کہیں ہے   ممکن ہی نہیں ہے
ایمان کی ضیاء ہے تری نازشِ تنویر   اے خطۂ کشمیر

دشمن تمہارا حسن مٹانے پہ تلا ہے   اُف وقتِ دعا ہے
ہر ذرہ ترا آگ کے شعلوں میں گھرا ہے   اک حشر بپا ہے

ماتھے پہ ترے سُرخیِ خونِ شہدا ہے	مظلوم فضا ہے
وابستہ مسلماں کی ترے ساتھ ہے تقدیر	اے خطۂ کشمیر
لُٹتی ہے یہاں عصمت وتقدیسِ حرم آج	ہے رب کی قسم آج
کہتے ہیں نہتے ہمیں دیکھو یہ ستم آج	مجبور ہیں ہم آج
رکھ لے میرے اسلام کا ایماں کا بھرم آج	والائے کرم آج
حیران ہوں میں حالت مسلم پہ ہوں دلگیر	اے خطۂ کشمیر
ہاں سر ترے دشمن کا قلم ہو کے رہے گا	خم ہو کے رہے گا
طوفانِ ستم خیز بھی کم ہو کے رہے گا	تھم ہو کے رہے گا
اس ملک میں تو رب کا کرم ہو کے رہے گا	ضم ہو کے رہے گا
ہو فانیؔ عاجز کی دعا میں یہی تاثیر	اے خطۂ کشمیر

۲۱ مارچ ۹۱ء

☆☆☆

مطبوعہ ''الحق'' جلد ۲۶ شمارہ نمبر اکوڑہ خٹک

تبریک حفظِ قرآن

بتقریب حفظِ قرآن حافظ سہیل احمد زروبی

ہو مبارک جانِ من یہ ختم قرآنی تجھے

یہ سعادت یہ فضیلت حفظِ قرآنی تجھے

ہر طرف تبریک کے نغمے ہیں تیرے واسطے

آفریں کہتی ہیں یہ حوران جنانی تجھے

نورِ قرآن سے منور ہوگیا سینہ ترا

مل گئی شمع ہدایت شمع یزدانی تجھے

روز محشر شان تو ہوگی نمایاں آپ کی

مرحبا یہ شانِ عزت تاج نورانی تجھے

حشر تک سالم رہے گا جسم حافظ قبر میں

ہو گئی حاصل یہی توقیر رحمانی تجھے

باعث صد ناز ہے یہ خاص انعام جلیل

ہومبارک بارہا اعزازِ ربانی تجھے

اس خوشی میں گر قبول افتد زہے عز و شرف

دے رہا ہے تحفۂ اشعار یہ فانؔی تجھے

صنعتِ مستزاد

سنتا نہیں کیوں تو مری فریاد یہ نالے محبوب بتالے
محروم ازل ہوں مجھے اپنا تو بنا لے محبوب بتالے
سب کچھ مری اے جان جگر تجھ پہ ہے قربان اے رشک نگاراں
خوشیاں مرے حصے کی بھی ہے تیرے حوالے محبوب بتالے
ہاں تو مرا سرمایہ ہے محبوب ازل تو عنوان غزل تو
بحرِ غم حیات سے گر مجھ کو نکالے محبوب بتا لے
یہ طرز بے رخی تجھے زیبا نہیں جاناں اے روح بہاراں
لمحہ کے لیے میرا خرابہ بھی سجالے محبوب بتا لے
لب ہیں میرے خاموش مگر دل میں صدا ہے مجبور نوا ہے
محروم تجلی ہوں ذرا پردہ ہٹالے محبوب بتا لے
اب صاف نظر آتی ہے محرومئی منزل اے رونق محفل
کشتی مری امید کی ساحل پہ لگا لے محبوب بتالے
حیران ہوں میں قصۂ غم کس کو بتاؤں ہاں کیسے سناؤں
دل گریہ کناں اور لبوں پہ مرے تالے محبوب بتا لے
مرتا ہوں غم عشق سے آجا سرِ بالیں اے چشم غزالیں
بیمار محبت سے دم ِ مرگ دعا لے محبوب بتا لے
دامانِ طلب دست حنائی کی طرف ہے حاصل یہ شرف ہے
فانؔی کی طرف چشم عنایت تو اٹھا لے محبوب بتالے

اے محبت کی زمیں!!

تیری خاکِ پاک سے کیا کیا جہاں پیدا ہوئے
جلوہ ہائے حسن بہر عاشقاں پیدا ہوئے

تجھ پہ میں قربان ہوجاؤں کہ تیری کوکھ سے
کیسے کیسے نازنین و گلرخاں پیدا ہوئے

میں ترے احسان کیسے بھول جاؤں گا بتا
یاں پہ میرے ہمنشین وہم عناں پیدا ہوئے

مست صہبائے محبت اہل دل اہل جگر
ہم سفر میرے شریک کارواں پیدا ہوئے

واقفانِ درد و غم اور کچھ وفا سے آشنا
سوز وسازِ زندگی کے رازداں پیدا ہوئے

حشر تک تیری یہی جلوہ گری باقی رہے
تاابد تیری یہ شانِ دلبری باقی رہے

اے محبت کی زمین تیری فضا کچھ اور ہے
راس ہم پر آئی یہ آب وہوا کچھ اور ہے

تیری آغوشِ محبت میں پلے ہیں نازنیں
جن کی شان دلبری طرزادا کچھ اور ہے

مجھ سے مت پوچھو مرے دیوانہ پن کی داستاں
ہم وفا کیشوں کی دل کا مدعا کچھ اور ہے

تم نے دیکھے ہیں ہزاروں دلبراں چرخ بریں
جس پہ ہم کو ناز ہے وہ دلربا کچھ اور ہے

گو معطر کررہی ہے روح و جاں بوئے نسیم
اس چمن کی نکہت بادِ صبا کچھ اور ہے

کیوں نہ فانؔی وہ مرے سرمایۂ اعزاز ہوں
جو مرے کوئے ملامت میں بھی ہم آواز ہو

۵ اگست ۸۶ء

مظلوم بوسنیا

اقوام متحدہ اور عالمِ اسلام

بسنیا میں ظلم کی یہ گرم بازاری تو دیکھ
عالمِ تہذیب کی یہ نرم گفتاری تو دیکھ

مقتلِ مسلم ہے گو یا بُسنیا کی سرزمیں
یورپِ عیار کی دیرینہ مکاری تو دیکھ

مسلمِ خوابیدہ وہ تیری حمیت ہے کہاں
چشمِ غیرت وا بھی کر غیروں کی عیاری تو دیکھ

کس سکون سے ہو رہا ہے اُف مسلمانوں کا خوں
بربریت کا سماں یہ رنگِ تاتاری تو دیکھ

جابجا لاشیں پڑی ہیں ہائے بے گوروکفن
بستیاں ویراں ہیں یہ بے رحم بمباری تو دیکھ

مجلسِ اقوام ہے بے دست و پا سربوں کی ضد
آسماں برسا لہو ! یہ مسلم آزاری تو دیکھ

عالم اسلام ہے اب زلف یورپ کا اسیر
قوم و ملت شرع ودیں سے ایسے بیزاری تو دیکھ

روح ایوبی ہے مضطر یا خدایا الاماں
اپنی بیداری بھی دیکھ اوروں کی تیاری بھی دیکھ

یہ فراوانی دولت اور یہ دستِ سوال
''اہل ایماں'' کی ذرا یہ خوئے خودداری تو دیکھ

خاک وخوں میں اب تلک غلطاں ہے یہ ارضِ عراق
اتحادی فوج کی وہ برقِ رفتاری تو دیکھ

ملتِ بیضاء کے غم میں تا بکے یہ اشکِ خون
اے دلِ ویران فانؔی اپنی لاچاری تو دیکھ

۲۱ مئی ۹۳ء

☆☆☆

مطبوعہ ''الحق'' ج ۲۸ شمارہ ۷ اکوڑہ خٹک

زروبی!

(شاعر کا آبائی گاؤں زروبی۔صوابی)

اے مرے مولد زروبی اے مرے مسکن حسیں
تیری آغوشِ محبت میں پلے ہیں نازنیں

کسقدر کیف آفریں ہیں واہ تیری صبح و شام
تجھ کو بخشا ہے خدا نے ارفع و اعلیٰ مقام

ہے زمانے پر تری علمی وجاہت آشکار
تذکرہ تیرا ہے کتنا دلکشا و پُر بہار

اے زروبی عالمانِ دیں کا تو مسکن رہا
علم وفن کے موتیوں کا مرکز و معدن رہا

یاں کے کسبِ فیض والے وقت کے نامی بنے
وجہ فخرِ آدمؑ و تہذیب اسلامی بنے

گو کہ شہروں میں نہیں شامل یہ تیرا نام آج
لے رہی ہے تیری عظمت پھر بھی شہروں سے خراج

اس کے باسی سب کے سب ہیں سخت کوش و سخت جاں
محنتی اہل ہنر اہل وفا ہیں بے گماں

خود پسندی کبر ونخوت کی نہیں ہے ان میں بُو
انکساری و تواضع عاجزی ہے ان کی خُو

ہیں ملازم پیشہ اکثر لوگ یہ ہیں باکمال
رب نے بخشا ہے انہی جو توشۂ رزقِ حلال
عالم عربی ہو امریکہ ہو انگلستان ہو
جرمنی ہو مغرب اقصیٰ ہو یا جاپان ہو
سارے یورپ میں ملیں گے آپ کو یہ سخت کوش
باعثِ توقیر ملک وقوم ہیں یہ سرفروش
ہے صحت افزا اسی بستی کی یہ آب و ہوا
پاک ہے ماحول کی آلودگی سے یہ فضا
فصلِ گل میں اس کی رونق میں نہیں کوئی کلام
روح پرور اس کی صبحیں کیف آگیں اس کی شام
سبزہ و گل کی ہے گویا کہ ردائے جانفزا
دستِ قدرت نے محیط ارض کو تحفہ دیا
بلبل شوریدہ سر کی یہ نوائے دلفریب
نغمۂ فطرت کی ہے گویا صدائے دلفریب
سندھ کا دریا ہے گویا اس کی پیشانی کا نور
جو بھی آتا ہے یہاں پر دیکھتا ہے وہ ضرور
گرمیوں میں یاں پہ ہوتا ہے جوانوں کا ہجوم
منچلوں کا دوستوں کا سخت جانوں کا ہجوم

پھرتے ہیں یاں پر شکاری مچھلیوں کے رات دن

محفلیں اکثر سجالیتے ہیں یارانِ کُہن

قدرت حق کا نظارہ خوب ہوتا ہے یہاں

حسنِ فطرت آشکاراخوب ہوتا ہے یہاں

یاں پہ ہوتا ہے طلوعِ صبح کا منظر حسیں

چاندنی کی رات بھی ہوتی ہے کیسی دلنشیں

خوشنما ہے یوں لب دریا غروب و شام بھی

حسنِ قدرت کے نظارے کا ہے یہ ہنگام بھی

پاراس دریا کے پھر یہ خطۂ پنجاب ہے

یہ ''اباسین'' جان من تاریخ کا اک باب ہے

میری بستی پر خدا کا خاص یہ انعام ہے

ہے شریعت سے محبت دینداری عام ہے

پھر بھی لیکن بعض چیزیں ہیں یہاں معدوم ہیں

ہم جو بنیادی ضروریات سے محروم ہیں

یہ بھی ہوجائیں گی پوری ایک دن آجائے گا

صبرکر فانؔی ذرا مولیٰ کرم فرمائے گا

۳۰ نومبر ۱۹۹۳ء

سیّدی وابی

علامہ عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اے تکلم کے امام وبذلہ سنج و نکتہ میں
تیرے سینے میں نہاں ہے عشق ختم المرسلینؐ
موجزن ہے دل میں تیرے جذبۂ صدق و یقیں
باوجود ضعف و پیری خادمِ دینِ متین
تیری حق گوئی حق آگاہی شجاعت مرحبا
مسند آرائے طریقت اور شریعت مرحبا
راز دانِ رمز قرآنی و اسرارِ کتاب
تیری ہر تقریر ہے بس انتخاب لاجواب
سطوت باطل ہے تیرے سامنے مثل سراب
آفریں صدآفریں برنطق تو عالی جناب
تشنگانِ علم کو ہے منبع فیاض تو
درحقیقت وقت کے رازی ہیں اور عیاض تو
ہے خزینہ معرفت کا گنج عرفاں کی کلید
حضرت سید حسین احمدؒ کے شاگردِ رشید

ذوق تو دردرسِ "مسلم" قابل داداست و دید

جامع معقول و منقول است در ناپدید

تیری محفل میں ہے ہر دم دور صہبائے حجاز

ذکر محبوب خدا و شوق مینائے حجاز

قاسم و محمودؒ و انور کی جھلک ان میں عیاں

شیخ عبدالحق کے دیرینہ رفیق و رازداں

مفتخر جن پر ہے تقویٰ و تصوف کا جہاں

مشغلہ دونوں کا ہے درس احادیث وقرآں

سیدی شیخی ابی والائے اوصافِ کمال

رب نے دی تجھ کو فراست مومنانہ لازوال

پیکر زہد وقناعت صاحبِ صدق و صفا

اے علوم قاسمی کے شارحِ رنگیں نوا

سنت اسلاف سے لبریز تیری ہرادا

باعثِ صد ناز ہے یہ ذات تیری بے ریا

باضمیر وباحمیت ہے یہ آگاہِ خودی

فقر فخری پر ہے قائم یہ شہنشاہ خودی

ملت ِ بیضا کے غم سے خون ہے تیرا جگر

چنتے ہیں غواص اس سیل معانی سے گہر

حق نے دی تجھ کو طلاقت بے نہایت پُراثر

یہ ضوافشانی ضیا پاشی تری رشکِ قمر

کیوں نہ ہو فانؔی کہ تو ہے دیوبند سے مستنیر

مبداء فیاض کی تم پر عنایت بے نظیر

(الحق اکوڑہ خٹک اپریل ۸۶ء)

☆☆☆

نوٹ: یہ نظم بندہ نے حضرت مرحوم کی حیات ہی میں ۸ جنوری ۱۹۸۶ء کو لکھی تھی اور جب یہ ماہنامہ ''الحق'' شائع ہوئی تو آں مرحوم نے اس پر انتہائی ناگواری کا اظہار فرمایا۔ فانؔی

قطعہ سال وفات

پسرم محمد زکی المتوفی ۱۳ جون ۱۹۸۸ء

ہائے اللہ کیا ہوا یہ لٹ گئی دنیائے دل
وادریغا وادریغا! ہائے دل اووائے دل

اک تجلی گاہ تھی جو حسرتا وا حسرتا
آج کیوں بے نور ہے وہ وادیٔ سینائے دل

اک مسیحا چاہیئے اب چارہ سازی کے لیے
کوئی تو عیسٰے نفس ہو بہر علّتہائے دل

آرہا ہے قافلہ درقافلہ میری طرف
خیمہ زن ہے لشکر غم آج بَر صحرائے دل

صبر کی تلقین کرتے ہیں مجھے احباب آج
دم بدم افزوں ہوتا ہے مرا سودائے دل

حوصلہ جینے کا اب مجھ میں نہیں ہے میکشو
بادۂ غم سے بھرا ہے شیشہ و صہبائے دل

کس کی فرقت سے خدایا خیرہ و تاریک ہے
اے خدائے مہرومہ! یہ دیدہ بینائے دل

غم نہ کرفانی غریق رحمت مولا ہے وہ
آج جس کے غم سے ہے ویراں تری دنیائے دل

۲۸ جون ۸۸ء

مادۂ سنِ رحلت

برخوردارم محمد زکی مرحوم

جو رشکِ قمر تھی اُف اللہ
اب زیرِ زمیں وہ صورت ہے

اس فکر میں یوں سرگشتہ رہا
کیا مادۂ فرقت و رحلت ہے

پھر آئی صدائے ہاتف ِ رب
وہ آج غریقِ رحمت ہے

۱۹۸۸

(۵ جولائی ۱۹۸۸ء)

سہرا

بتقریب شادی خانہ آبادی حافظ قاری اشرف علی تنولی، بتاریخ یکم مئی ۱۹۹۱

مہ لقاوعنبریں زہرہ جبیں سہرہ ہے یہ
حافظِ اشرف کی شادی پر حسیں سہرہ ہے یہ
انجمن درانجمن ہر بزم میں چرچا ترا
تیری قسمت جاگ اُٹھی ہاں عام ہے شہرہ ترا
چودہویں کے چاند سے تاباں ہے اب چہرہ ترا
لکھ رہا ہوں عالم مستی میں یہ سہرہ ترا
تیری شادی پر یہ تحفہ اے برادر ہو قبول
چند اشعارِ محبت ہیں ترے سہرے کے پھول
آج خوشیوں میں ہیں غلطاں قبلہ گاہ ذی وقار
گلستان آرزو پر اس کے آئی ہے بہار
اے خوشایہ سنت محبوبِ رب کردگار
کس قدر پر کیف ہے اس بزم عشرت کا خمار
قابل صد آفریں یہ خانہ آبادی تری
باعث صد ناز و تمکیں ہو یہی شادی تری

اب نظر آتا ہے دیکھو کس قدر شاداں رشیدؔ

چونکہ گھر میں آگئی ہے آج وہ ساعت سعید

جس گھڑی کے منتظر تھے سنتے ہیں اس کی نوید

سربسر پھولوں سے ہے اب وہ گلستانِ امید

اپنے بھائی کی خوشی پر شادماں قاری ریاضؔ

کاش اس موقع پر ہوتے عبدؔرزاق و فیاضؔ

باعثِ صد خیر و برکت ہو یہ دلہن کا نزول

بخشدے اس کو خدایا سیرتِ زہرہ بتولؓ

فانیؔ بیچارہ کو اشرف دعاوؤں میں نہ بھول

ہمدم دیرینہ کی سوغات الفت ہوں قبول

یہ خوشی دائم رہے بس یہ دعا فانیؔ کی ہے

رشتہ یہ محکم رہے بس یہ دعا فانیؔ کی ہے

۲۹ اپریل ۹۱ء

☆☆☆

فریاد ہے

لٹ رہا ہے عالم اسلام یوں فریاد ہے
کیسی آئی گردش ایام یوں فریاد ہے

مجلسِ اقوام امریکہ کی تابع بن گئی
سو گئی ہے غیرتِ اقوام یوں فریاد ہے

چار سو دنیا میں ہے مسلم خدایا خستہ حال
ہر جگہ رسوا ہے اور بدنام یوں فریاد ہے

غیرتِ ملی دہائی دے رہی ہے آج کل
ناامیدی کی فضا ہے عام یوں فریاد ہے

رو رہی ہے مسجد اقصیٰ یہ ارض قدس بھی
خامشی کا یہ نہیں ہنگام یوں فریاد ہے

مرغزاروں لالہ زاروں یہ چناروں کی زمیں
جل رہی ہے ہم کریں آرام یوں فریاد ہے

دیدۂ فانیؔ ہے اب مصروف گریہ روزو شب
کون ہے اب موردالزام؟ یوں فریاد ہے

۳۰ جولائی ۱۹۹۲ء

مطبوعہ ''الحق'' ج ۲۷ شمارہ اکوڑہ خٹک

الوداع

یہی سوچا تھا کہ میں تجھ کو الوداع کہوں
بوقتِ عزمِ سفر عہد وفا یادکروں
مگر سکوت یہ پیہم سکوتِ خامشی
زباں کو کسطرح آمادۂ فریاد کروں
مرے دماغ میں بپا ہے ایک ہلچل تو
مچل رہی ہیں وہ حسین سہانی یادیں
نظر کے سامنے ہے تیری رفاقت کا سفر
وہ شگفتہ تروتازہ وہ پُرانی یادیں
مرے ہمدم مجھے اکثر اداس راتوں میں
سنا رہی ہیں وہی تیری کہانی یادیں
مجھے ضرور ہے ہاں تیرے بچھڑنے کا ملال
کروں میں کیا کہ ہے دستورِ زمانہ ایسا
یہی وصال یہ تمہید ہے جدائی کی
نظامِ زیست ہے مجبورِ زمانہ ایسا
میں سوچتا ہوں تجھے کیسے الوداع کہوں
مری زبان کو یارائے تکلم جو نہیں

یہ سیلِ اشک ہے بیتاب اُمڈنے کیلئے
یہ بندِ ضبط خدایا نہ ٹوٹ جائے کہیں
رہِ حیات میں لیکن نہ بھول جاؤ ہمیں
سدا بہار رہو الوداع خدا حافظ

۱۷ اپریل ۱۹ء

☆☆☆